جلد 2 شمارہ 12 فروری 2001ء شوال 1421ھ
إنما أمرت أن أعبد الله ولا أشرك به إليه أدعوا وإليه مآب (الرعد)
کہہ دیجئے کہ مجھ کو یہی حکم ہوا ہے کہ بندگی کروں اللہ کی اور شریک
وں اس کا۔ اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا ٹھکانہ ہے۔
ماہنامہ
آدمیت
عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان
کی اصلاح و فلاح کا علمبردار
گوجرانوالہ
لسلہ عالیہ توحیدیہ
مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

اغراض و مقاصد

- کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول
  کثرت ذکر، مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تع
  فروغ دینا۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اسکی رضا و لقاء کے حـ
  کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا۔
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابہ کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کر
  ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے نہایت
  مختصر اور سہل العمل اوراد و اذکار کی [illegible]
- غصہ و نفرت، حسد و بغض، تجسس و غیبت، [illegible] ہوس جیسی برائیوں کو تر
  کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا، عالمگیر محبت [illegible] موافقت اختیار کرنے کو ریاض
  اور مجاہدے کی بنیاد بنانا۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا، تزکیہ نفس
  اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و اعیال اور احباب
  کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی
  نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا۔ اپنے مسلم
  بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبت بیدار کرنا
  روحانی توجہ سے انکے اخلاق کی اصلاح کرنا۔

عالمگیر محبت، اکرام انسانیت اور فلاح آدمیت کا علمبردار

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

قیمت ———— -/15 روپے

سالانہ فنڈ ———— -/150 روپے

شیخ سلسلہ سے رابطہ کیلئے:
محمد صدیق ڈار توحیدی
کاشانہ توحیدیہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ
Ph:0431-268424

ایڈیٹر سے رابطہ کے لئے:
عبدالقیوم ہاشمی
تھانہ روڈ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ
Ph:0431-260734

پبلشر عامر رشید انصاری نے المعراج پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

Fax: No. +92-431-255519
E-mail: time005@samw.com.pk

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اس شمارے میں

اداریہ

قرآن کریم کے نزول کا مقصد صرف اور صرف اصلاح و فلاح انسانیت ہے' قرآنی تعلیم سے یہ بھی نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ وہی بن سکتا ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ مطلب یہ اخلاق و کردار میں بہتری و برتری ہی انسان کا اصل زیور اور زندگی کی کمائی ہے۔ آج ہم بحیثیت اخلاق و کردار ہی میں پیچھے رہ گئے ہیں۔ علمی مذاکرات میں ہر کوئی مدبر و مفکر دکھائی دیتا ہے ایمان اخلاق و کردار میں بالکل صفر۔ آپ کسی سے بھی بات کرلیں ہر کوئی مورد الزام دوسروں کو کہ ایمان و کردار میں اپنے گریبان میں جھانکنا ہم بالکل بھول گئے ہیں۔ مجموعی معاشرہ کی فکر و اصلاح تو بہت ائے گا۔ کی بات ہے پہلے تو اسلام بندہ اور رب کے تعلق کو مضبوط کرنے کا حکم دیتا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ (1) خود کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے (2) اللہ تعالیٰ اس قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتے جب تک وہ اپنے نفسوں کی حالت اصلاح) نہیں کرلیتے (3) جنتی لوگوں نے دوزخیوں سے پوچھا کہ تمہیں دوزخ میں کس چیز لا ڈالا تو انہوں نے جواباً" کہا کہ ہم نماز نہیں پڑھا کرتے تھے اور مساکین کو کھانا نہیں پوچھتے تھے فضول بحث و مباحثہ کیا کرتے تھے۔

ان مذکورہ بالا قرآنی حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی نجات و فلاح صرف اور صرف اصلاح میں مضمر ہے۔ اگر ہم معاشرہ کے مسائل اور خامیوں پہ ہی سر پیٹتے رہے تو اپنی اصلاح جانب کبھی بھی متوجہ نہ ہو سکیں گے۔ یہ سوچنا کہ پورا معاشرہ تو خراب ہے مجھ اکیلے کا سدھرنا معنی اور غیر کار آمد ہو گا ایک غلط اور گمراہ کن سوچ ہے۔ ایک فرد کا سدھرنا دراصل معاشرہ میں مومن فرد کا اضافہ اور بدمعاش فرد کی کمی ہے۔

ایک بادشاہ کو اپنی رعایا کی راست بازی پہ ناز تھا۔ اس کے وزیر نے بادشاہ کو بتایا کہ آپ کی ظاہرا" تو امانت دار دکھائی دیتی ہے مگر درحقیقت کرپٹ ہے۔ بادشاہ کو یقین نہ آیا تو اس نے وزیر سے ثبوت طلب کیا۔

وزیر نے ریاست میں حکومتی اعلان کروا دیا کہ فلاں دن فلاں خالی تالاب میں رات کو منہ رے ہر شخص اپنے گھر سے ایک گلاس خالص دودھ ڈال جائے۔ صبح کو بادشاہ نے تالاب دیکھا تو

وہ خالص پانی سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ کیونکہ ہر شخص نے یہ سوچ رکھا تھا کہ میرے ایک گلا
سے دودھ بھرے تالاب میں کچھ فرق واقع نہ ہوگا۔

اس مثال سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہئے کہ اگر ہم سب انفرادی سوچ اور انفرادی فا
مد نظر رکھیں گے تو پورا معاشرہ ہی بگڑ جائے گا اور اگر ہم سب تھوڑی تھوڑی سی انفرادی اصلا
شروع کردیں تو انشاء اللہ عنقریب معاشرہ بھی سدھر جائے گا۔ مثال

ایک فکر مند نوجوان ہر وقت دنیا کے مسائل اور خامیوں پہ وقت صرف کرتا تھا اور ہر وق
محفل میں معاشرہ کی ناہمواریوں پہ آنسوئے بہاتا تھا۔ ایک روشن ضمیر بزرگ سے اس کی ملا
ہوئی اور اس کی وہی روش برقرار تھی۔ اس بزرگ کو ایک ترکیب سوجھی۔ اس نے ایک
سے کاغذ پہ ایک جانب دنیا کا نقشہ بنایا اور دوسری جانب اس لڑکے کی تصویر بنائی۔ پھر اس کاغذ
کر اس لڑکے سے کہا کہ اب تم ان ٹکڑوں کو جوڑ کر دنیا کا نقشہ درست ترتیب میں لگاؤ
نوجوان نے لاکھ کوشش کی مگر نقشہ درست نہ ہوا۔ پھر اس بزرگ نے اسے کہا کہ اب تم د
طرف سے اپنی تصویر درست کرو۔ نوجوان نے فوراً ناک، کان، آنکھیں وغیرہ درست ترتی
لگادیئے۔ بزرگ نے کہا کہ اب تم تصویر پلٹ دو۔ دوسری جانب دنیا کا نقشہ بھی درست ہو چ
اس بزرگ نے اس نوجوان کو سمجھایا کہ بیٹا دیکھو اگر تم دنیا کے کیڑے نکالنے ہی میں لگے ر
دنیا کبھی نہ سدھرے گی لیکن جب تم اپنی تصویر کی مانند خود کی اصلاح کرلو گے تو دنیا بھی
ہوئی پاؤ گے۔

مسلمانوں میں جو اخلاقی قباحتیں دکھائی دیتی ہیں وہ خود احتسابی سے عدم توجہ کے باعث پ
ہیں۔ اگر ہر مسلمان روزانہ 5 منٹ بھی اپنی اصلاح کی فکر میں صرف کرلے تو انشاء اللہ بہت
عرصہ میں معاشرہ کو بھی سدھرا ہوا پائے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب مسلمانوں کو اپنی اپنی اصلاح کرنے کا جذبہ عطا ف
آمین یا رب العالمین۔

عبد القد

درس قرآن

(مولانا امیر الدین مہر)

طہارت و صفائی

یاایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا بروسکم وارجلکم الی الکعبین وان کنتم جنبا فاطھروا (المائدہ 5-6)

"اے ایمان والو، جب تم نماز کے لئے اٹھو تو چاہئے کہ اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھولو، اپنے سروں پر مسح کر لو (ہاتھ پھیر لو) اور پاؤں ٹخنوں تک دھولیا کرو، اور اگر جنابت کی حالت میں ہو تو نہا کر پاک ہو جاؤ"

یاایھا المدثر قم فانذر وربک فکبر وثیابک فطھر والرجز فاھجر ولا تمنن تستکثر ولربک فاصبر (المدثر 1-7)

"اے کمبل لپیٹ کر لیٹنے والے، اٹھو اور خبردار کرو اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو، اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور گندگی سے دور رہو اور احسان نہ کرو زیادہ حاصل کرنے کے لئے اور اپنے رب کی خاطر صبر کرو"

فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطھرین (التوبہ 9-108)

"اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ کو پاکیزگی اختیار کرنے والے ہی پسند ہیں"

عن ابی مالک الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الطھور شطر الایمان والحمد للہ تملا المیزان و سبحان اللہ والحمد للہ تملان او تملا ما بین السموت والارض والصلوۃ نور والصدقہ برھان والصبر ضیا والقران حجۃ لک او علیک کل الناس یغدو فبائع نفسہ فمعتقھا او موبقھا (رواہ مسلم)

ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ طہارت و پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے اور کلمہ الحمد للہ میزان اعمال کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ والحمد للہ بھر دیتے ہیں آسمانوں کو اور زمین کو، اور نماز نور ہے اور صدقہ دلیل و برھان ہے اور صبر اجالا ہے اور قرآن حجت ہے یا تو تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف۔ ہر آدمی صبح کرتا ہے پھر وہ اپنی جان کا سودا کرتا ہے

پس یا تو اسے نجات دیتا ہے یا اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔

عن مسعود بن ابی وقاص قال قال النبی صلی اللہ علیہ ان اللہ طیب یحب الط
ان اللہ نظیف یحب النظافۃ ان اللہ جواد یحب الجود فنظفوا افنیتکم ولا تش
بالیہود (الترمذی)

"مسعود بن ابی وقاص روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ پاک ہے' پاکیزگی ک
کرتا ہے' اللہ نظیف ہے' نظافت کو پسند کرتا ہے اور اللہ سخی ہے سخاوت کو پسند فرماتا ہے' پس
اپنے (گھروں کے) صحنوں کو پاک و صاف رکھو اور یہودیوں سے مشابہت اختیار نہ کرو"

حضرات گرامی!

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو طہارت و نظافت کا جو نظام دیا ہے وہ ایسا جامع' مکمل اور ا
ارفع ہے کہ جس کی مثال دوسری تہذیبوں' تمدنوں' مذاہب اور رسم و رواج میں ملنی مشکل ہے
اس نظام کے لئے طہارت کا جو جامع اور مثالی لفظ قرآن مجید اور حدیث شریف میں آیا ہے خود
کی مثال دوسروں کے ہاں نہیں ہے۔

اسلام کے نظام طہارت و نظافت کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ حقیقی اور مکمل طہارت میں ج
جان' روح و قلب' فکر و عمل اور اعضاء و جوارح سب کی پاکی ضروری ہے۔ انسان کی برتری ا
شرف کا راز اسی طہارت میں مضمر ہے اور آنحضرت ﷺ فداہ ابی و امی نے الطہور شطر الای
(طہارت نصف ایمان ہے) فرما کر اس کی اہمیت واضح کر دی ہے۔ اگر اس کا تعلق قلب و فکر
ذہن سے نہ ہوتا اور صرف ظاہری پاکیزگی اور صفائی مراد ہوتی تو اسے نصف ایمان نہ کہا جا
طہارت کی اپنی وسیع معنویت کے ساتھ بنیادی اہمیت کا اندازہ قرآن مجید میں آمدہ کلمہ طہارت۔
کیجئے۔

قرآن مجید میں طہارت کے مصدر "طہر" سے اکتیس کلمات آئے ہیں ان میں سے سولہ کلما
روحانی' قلبی' اخلاقی اور ذہنی طہارت اور پاکیزگی کے لئے ہیں اور پندرہ کلمات جسمانی' ب
طہارت کے لئے ہیں۔ ان تمام آیات کو سامنے رکھ کر جن میں طہارت کا کلمہ آیا ہے' امام غ
رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب احیاء العلوم کی جلد اول کے صفحہ نمبر131 پر طہارت کی چار قسمیں ب
کی ہیں۔

1۔ ظاہری جسم کو حدث (بے وضو ہونے اور غسل سے ہونے سے)' نجاست اور فضلا

سے پاک کرنا۔

2۔ جسم کے اعضاء کو ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے پاک کرنا۔

3۔ دل کو باطل شہوات، تکبر، حسد، حرص، کینہ، بخل اور ہر قسم کے اخلاق رذیلہ سے پاک کرنا۔

4۔ دل کو اللہ تعالیٰ کی محبت کے سوا ہر قسم کے خیالات سے پاک کرنا۔

ان مراتب کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ انسان پہلے عقائد باطلہ سے اپنے آپ کو پاک کرے، صحیح عقائد کو دل نشین کرے پھر ان تمام کاموں کو جن سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے منع کیا ہے، ترک کر کے خود کو گناہوں سے پاک کرے اور وہ تمام احکام بجالائے جن کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے۔

چنانچہ طہارت کے دائرے میں عقائد و خیالات، کفر، شرک، اوھام جاہلیت کے نظریات و تصورات سے قلب و ذہن کی پاکیزگی، جسمانی پاکیزگی جیسے جسم، کپڑوں اور بیٹھنے کی جگہ اور ماحول کی پاکیزگی و صفائی، نیز برتنوں اور مکان اور سازو سامان کی پاکیزگی سب کچھ شامل ہے۔

اسلام نے طہارت کا حکم روز اول سے ہی دیا تھا۔ روایات میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر پہلی وحی نازل ہونے کے بعد جبریل علیہ السلام نے آپ کو دو کام سکھائے ایک نماز کی ادائیگی اور دوسرا وضو کرنا۔ نماز میں تین قسم کی جسمانی پاکیزگی ضروری ہے۔ ایک حدث اصغر (بے وضو ہونے) اور حدث اکبر (غسل کی حاجت ہونے) سے پاک ہونا، دوسرا کپڑے پاک ہونا اور تیسرے نماز کی جگہ کا پاک ہونا۔ گویا اس طرح تین قسم کی طہارتوں کا حکم دے دیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا الصلوۃ الطھور یعنی نماز کی کنجی طہارت ہے۔

دوسری وحی کا نزول سورہ المدثر سے ہوا۔ اس سورہ کی ابتدائی آیات میں ارشاد ہوا وثیابک فطھر والرجز فاھجر "اپنے کپڑے پاک رکھئے اور گندگی سے دور رہئے"

مفسرین کرام نے کپڑوں کی پاکیزگی سے مراد ان کو ظاہری گندگی سے پاک و صاف رکھنا، اخلاقی عیوب جیسے تکبر و فخر و ریاء و نمائش، شان و شوکت اور ٹھاٹھ باٹھ سے پاک رہنا اور اخلاقی برائیوں سے اپنا دامن پاک رکھنا لیا ہے۔ اسی طرح گندگی سے مراد ہر نوع کی گندگی ہے چاہے عقائد و خیالات کی ہو یا اخلاق و اعمال کی ہو یا جسم و لباس اور رہن سہن کی ہو۔

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم ان صلوتک سکن لھم

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر ان
والله سمیع علیم (آیت ۹۔ ۱۰۳) اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر ان کو پاک کرو اور (نیکی کی راہ میں) انہیں بڑھاؤ اور ان کے حق میں دعائے رحمت کرو کیونکہ تمہاری دعا ان کے لئے تسکین کا باعث ہوگی۔ اللہ سب کچھ سنتا ہے اور جانتا ہے"

یہاں طہارت سے مراد گناہوں، خطاؤں اور لغزشوں سے پاک کرنا ہے۔ اسی طرح قرآن پاک کی متعدد آیات میں طہارت کا استعمال روحانی، اخلاقی اور قلبی خرابیوں کو دور کرنے کے لئے ہوا ہے۔

محترم حضرات!

مختصراً یہ کہ اسلام میں پاکیزگی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک روح کی پاکیزگی جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو تمام قسم کی برائیوں سے پاک و صاف رکھے۔ روح کی ناپاکیاں اور نجاستیں بداخلاقیاں اور برائیاں ہیں جن کے اختیار کرنے سے انسان کی روح گندی اور میلی ہو جاتی ہے جیسے شرک، توہم، جھوٹ، رغبت، حسد، کینہ، بغض، نفرت، عصبیت، غصہ، بخل، خیانت اور بددیانتی و غرور اور خود بینی و خود نمائی وغیرہ۔ روح کی پاکیزگی کا طریقہ یہ ہے کہ انسان برائی اور گناہ سے موڑ کر اپنے آپ کو اچھی عادتوں اور اچھے اخلاق سے سنوارے۔ جس قدر بھی انسان گناہوں اور برائیوں سے بچے گا اسی قدر اس کی روح پاک صاف اور ستھری ہوتی چلی جائے گی اور روح کی پاکیزگی کا اثر جسم کی پاکیزگی پر بھی پڑتا ہے۔

دوسری پاکیزگی جسم کی پاکیزگی ہے۔ جسم کی پاکیزگی کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے جسم، کپڑے، اپنے گھر اور ماحول کو ظاہری ناپاکیوں اور نجاستوں سے پاک رکھے۔ گندہ اور میلا کچیلا نہ رہے، گندگی سے دور رہے اور گندگی پھیلانے سے بچے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طہارت حاصل کرنے، طہارت قائم رکھنے اور طہارت کا خیال دلوں میں پیدا کرنے کے مختلف طریقے سکھائے ہیں۔ ان میں سے چند ایک طریقے یہ ہیں۔

(ا) آپ ؐ نے فرمایا "جب کوئی شخص سو کر اٹھے تو جب تک تین بار ہاتھ نہ دھولے ان کو پانی کے برتن میں نہیں ڈالنا چاہئے کیونکہ سوتے میں معلوم نہیں اس کا ہاتھ کہاں کہاں پڑا ہے۔ (مسلم شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہم کو اپنے جسم کے ہر عضو کی طہارت کا سوتے جاگتے ہر حال میں خیال رکھنا چاہئے۔

ہاتھ کی صفائی پر اس لئے زور دیا گیا کہ برتن سے پانی نکالنے میں ناپاک ہاتھ پانی میں بھیگ کر پانی ناپاک نہ کر دے۔ اس لئے خیال رکھنا چاہیے کہ ہاتھ پانی کے برتن میں اس وقت تک نہ ڈبوئے جب تک ہاتھوں کی طہارت کا یقین نہ ہو۔

(2) دانتوں کی گندگی بہت سی بیماریوں کی جڑ ہے لہٰذا اس کی صفائی ضروری قرار دی' مسواک کو سنت ٹھہرایا' فرمایا اگر میری امت پر شاق نہ ہو تو میں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ (ابوداؤد)

ایک دفعہ کچھ مسلمان حاضر ہوئے جن کے دانت صاف نہ ہونے کی وجہ سے زرد تھے' تو فرمایا تمہارے دانت زرد کیوں ہیں؟ مسواک کیا کرو۔ (مسند احمد جلد اص ۲۱۴) دوسری حدیث میں ہے کہ مسواک کرو اس سے منہ صاف رہتا ہے اور یہ رضائے الہٰی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ جب بھی جبریل میرے پاس آئے مجھے مسواک کی تاکید کی جہاں تک کہ مجھے شبہ ہونے لگا کہ ایسا نہ ہو کہ مجھ پر اور میری امت پر یہ فرض ہو جائے۔ (ابن ماجہ)

(3) عام راستوں اور درختوں کے سایہ میں قضائے حاجت نہیں کرنا چاہئے۔ (ابوداؤد) یہ اس لئے کہ راستہ چلنے والوں اور درخت کے سایہ میں بیٹھنے والے مسافروں کو اس نجاست اور گندگی سے تکلیف نہ ہو۔

(۴) ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کر کے پھر اس میں غسل کرنا جائز نہیں' ایسے ٹھہرے ہوئے پانی میں غسل جنابت بھی نہیں کرنا چاہئے' بلکہ مجنب کو چاہئے کہ اس سے پانی لے کر غسل کرے۔ کیونکہ ہماری تھوڑی سی سہل انگاری سے وہ پانی دوسروں کے لئے ناپاک یا قابل کراہت بلکہ عام حالت میں خود اس کی طبعیت کے لئے گھن پیدا کرے گا۔

(۵) بلا ضرورت کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس حالت میں یہ خوف ہے کہ پیشاب کے چھینٹے جسم پر پڑ جائیں۔ اس طرح بے ستری کا بھی امکان ہے اور وقار کے بھی خلاف ہے۔

(٦) پیشاب نرم زمین پر کرنا چاہئے سخت زمین پر پیشاب کی چھینٹے اڑ کر جسم پر پڑ سکتے ہیں۔ نیز کسی کے گھر یا مکان کی دیوار کی بنیادوں کے پاس پیشاب نہ کرنا چاہئے۔

(۷) غسل خانہ کی زمین میں پیشاب نہیں کرنا چاہئے۔ خصوصاً" جب کہ وہ کچی ہو کیونکہ جگہ کی گندگی اور ناپاکی سے پانی کی چھینٹیں گندی اور ناپاک ہو کر اڑیں گے اور بدن کو ناپاک کریں گی یا

ناپاک ہونے کا وسوسہ دل میں پیدا کریں گی۔

(۸) بول و براز کے بعد استنجا کرنا چاہئے۔ ڈھیلے یا کسی اور پاک و جاذب چیز سے صفائی ... پانی سے دھولینا اچھا ہے۔ استنجا بائیں ہاتھ سے کیا جائے۔ اس میں داہنا ہاتھ نہ لگایا جائے۔

(۹) طہارت کے بعد پانی کے علاوہ مٹی سے بھی ہاتھ دھونا چاہئے۔

(۱۰) ہفتہ میں ایک روز ہر مسلمان پر غسل کرنا، کپڑے بدلنا، عطر اور تیل لگانا مستحسن ہے۔ بعض فقہا اور محدثین کے نزدیک حدیث کے الفاظ کی بنا پر غسل واجب ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

غسل یوم الجمعه واجب علی کلم محتلم (بخاری)

یعنی ہر بالغ شخص پر جمعے کے دن غسل کرنا لازم ہے۔

اسلام نے اس لئے جمعہ کا دن مقرر کیا ہے، جو مسلمانوں کے عام اجتماع کا دن ہوتا ہے اس کی وجہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ بیان کی ہے کہ عرب کے لوگ سخت تنگدست اور ... پوش تھے اور محنت مزدوری کرتے تھے۔ ان کی مسجد نہایت تنگ اور چھت نہایت پست ... چھپر کی تھی۔ ایک بار گرم دن میں رسول اللہ ﷺ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے آئے تو لوگوں ... اس پشمینہ میں اور اس کی بو کے پھیلنے سے ہر شخص کو تکلیف ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے ... محسوس کی تو فرمایا کہ لوگو! جب یہ دن آئے تو غسل کرلیا کرو اور ہر شخص کو جو بہترین تیل اور ... میسر ہو سکے لگائے (ابوداؤد) بودار چیز مثلاً" لہسن یا پیاز کھانے کے فوراً" بعد بغیر منہ صاف کئے مسجد ... آنے کی ممانعت بھی فرمائی (مسلم) چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

من اکل ثوما" اوربصلا فلیعتزل مسجدنا ولیقعلن فی بیته (بخاری)

جس نے پیاز یا لہسن کھایا وہ ہماری مسجد سے دور رہے اور اپنے گھر میں جا کر بیٹھے۔

(۱۱) جمعہ کے علاوہ عام حالات میں بھی انسان کو صاف ستھرا رہنا چاہئے، چنانچہ ایک بار ... رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں تو فرمایا کہ اس کے پاس ... بال کے ہموار کرنے کا سامان نہ تھا؟ ایک دوسرے شخص کو میلے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا ... اس کو پانی نہیں ملتا تھا، جس سے وہ اپنے کپڑے دھولیتا۔ (ابوداؤد)

اور آپؐ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ میلے کچیلے اور پھوہڑ کو پسند نہیں کرتا"

اس کے ساتھ اسلام نے طہارت و نظافت کی تعلیم میں سادگی اور بے تکلفی کو بھی ملحوظ رکھا ہے اور ایسی تعلیم نہیں دی ہے' جو غلو اور وہم و وسوسہ کی حد تک پہنچ جائے۔ اس بنا پر اسلام نے بعض ان سختیوں کو دور کیا ہے جو اس معاملہ میں اور مذاہب میں پائی جاتی تھیں۔ مثلاً" یہودیوں کے نزدیک ناپاک شخص نہانے کے بعد بھی اس وقت پاک ہوتا تھا جب آفتاب غروب ہو جائے البتہ بے احتیاطی برتنے اور پیشاب کے چھینٹوں کا خیال نہ کرنے والوں کے بارے میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک قبرستان کے پاس سے گزرتے ہوئے آپؐ نے دو قبروں والوں کو عذاب میں مبتلا پایا تو ارشاد فرمایا۔

یعذبان وما یعذبان فی کبیرۃ ثم قال بلی کان احدھما لا یستتر من بولہ وکان آخر

یمشی بالنمیمہ

"ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور یہ دونوں کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب میں مبتلا نہیں ہیں۔ ان میں سے ایک اپنے پیشاب (کے قطروں) سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلیاں کھاتا تھا"

جسم و روح کی پاکیزگی اور صفائی کے ساتھ اسلام اس ماحول کی پاکیزگی اور صفائی اور ستھرائی کی بھی تعلیم دیتا ہے جس میں انسان رہتا ہے' مثلاً" جس گھر میں وہ رہتا ہے اسے صاف ستھرا رکھے اور ہر ایسی چیز سے پرہیز کرے کہ جسے دیکھ کر دوسروں کو کراہت آتی ہو یا تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو' مثلاً" بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ گھر کا کوڑا کرکٹ اپنے دروازے کے سامنے سڑک پر یا گلی میں ڈال دیتے ہیں اس سے ایک تو خود ان کے گھر والوں کا پھوہڑپن ظاہر ہوتا ہے' دوسرے راہ چلنے والوں کو ان کے عمل سے تکلیف ہوتی ہے۔ اسی طرح راستوں میں تھوکنا' بار بار ناک میں انگلیاں ڈال کر میل نکالنا' سایہ دار درختوں کے نیچے اور گزرگاہوں میں پیشاب کرنا' یہ سب چیزیں صاف ستھرے ماحول کو متاثر کرتی ہیں۔ اسلام ان سب باتوں کو طہارت اور تہذیب کے خلاف قرار دیتا ہے۔

طہارت اور صفائی

طہارت اور نظافت یعنی پاکی اور صفائی دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اگر ایک چیز صاف ہے تو ضروری نہیں کہ وہ پاک بھی ہو اسی لئے پاکیزگی کا اسلام نے جو تصور دیا ہے وہ بالکل منفرد اور ممتاز ہے۔ البتہ اسلام نے پاکی اور صفائی دونوں کی تعلیم دی ہے۔ ان میں سے کسی کو ترک نہیں کیا جا سکتا بس فرق یہ ہے کہ پاکی پر نسبتاً" زیادہ زور دیا گیا کیونکہ صفائی پاکی کے بغیر بے معنی ہو جاتی ہے۔

اگرچہ بجائے خود صفائی کی بڑی اہمیت ہے۔

دنیا کی بیشتر قومیں صرف ظاہری صفائی کی تہذیب اور ثقافت کا جز سمجھتی ہے اور پاکیزگی پر
توجہ نہیں دیتیں اسلام کی مطلوبہ پاکیزگی ان قوموں میں مفقود ہے۔ لباس اگر میلا ہو جائے یا
دھبہ آجائے تو مہذب لوگ فوراً اسے تبدیل کر لیتے ہیں اور یہ درست بھی ہے مگر آنکھوں سے
دیکھی جانے والی گندگی کی چاہے کتنی ہی مقدار اس میں جذب ہو جائے تو وہ کبھی اسے بدلنے
ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

حضرات گرامی!

مسلمانوں کی موجودہ حالت دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ جس قوم کو طہارت و نظافت کی
زبردست تعلیم دی گئی وہ کس طرح دوسری قوموں کی مقابلے میں مطلوبہ معیار سے نیچے گر گئی
کہ بعض اوقات اسے یہ طعنہ سننا پڑتا ہے کہ اسلام ایک پاکیزہ مذہب ہے لیکن مسلمان گند
لوگ ہیں۔ اس تاثر سے اختلاف کیا جائے یا اتفاق۔ بہرحال یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی حا
طہارت اور صفائی کے لحاظ سے قابل اصلاح ہے۔ اگر آپ مسلم سماج کا سنجیدگی سے جائزہ لیں
آپ اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کے موجودہ رویوں میں بڑا فرق محسوس کریں گے۔ ایسا لگتا
کہ ذوق جمال تو بہت دور کی چیز ہے ان میں شہری ذوق اور اجتماعی زندگی کے لوازمات کی بھی
کمی ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ مسلمان دنیا میں اعلیٰ ایمانی قوت کے ساتھ اعلیٰ درجے کی نفاست
قوم کی حیثیت سے متعارف ہوتے اور دنیا کو ایمان کے ساتھ پاکی صفائی کی دعوت دیتے مگر وہ تو
ہی اپنی راہ بھلا بیٹھے ہیں۔ اس صورت حال پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے اور مسلمانوں کو ا
طہارت و نظافت کے اعلیٰ نظام سے آگاہی حاصل کر کے اس پر عمل پیرا ہونا چاہئے اور اسلام کی
تعلیم کا عملی نمونہ بننا چاہئے اور دنیا کو اس اعلیٰ پاکیزہ نظام کی دعوت دینی چاہئے تاکہ وہ کھویا ہوا
واپس آئے اور مسلمان' اسلامی تہذیب و ثقافت کی نمائندگی کر سکیں۔

درس حدیث

(رانا محمد اعجاز)

ن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حفت النار بالشھوات و حفت
جنۃ بالمکارۃ

ترجمہ! ''حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ دوزخ شہوات و
ذات سے گھیر دی گئی ہے اور جنت سختیوں اور مشقتوں سے گھری ہوئی ہے''

مطلب یہ ہے کہ جو اعمال انسان کو دوزخ میں پہنچانے والے ہیں ان میں عموماً نفس کی شہوت
لذت کا بڑا سامان ہے اور جو اعمال انسان کو جنت کا مستحق بنانے والے ہیں وہ عموماً نفس انسانی کے
لئے شاق اور گراں ہیں پس جو شخص نفس کی خواہشوں سے مغلوب ہو کر برائی کا ارتکاب کرے گا
اس کا ٹھکانہ دوزخ ہو گا اور اللہ کا جو بندہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی مشقتوں کو برداشت کرے گا
اور خواہشات والی خوشگوار اور لذیذ زندگی کی بجائے احکام الٰہی کی اطاعت والی مجاہدے کی زندگی
گزارے گا وہ جنت میں اپنا مقام حاصل کرے گا اسی حدیث مبارکہ کی حقیقت کو ایک اور عنوان
کے تحت رسول کریم ﷺ نے تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ جس سے مذکورہ بالا حدیث کو سمجھنا
اور آسان ہو جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ نے جنت کو بنایا
تو اپنے مقرب فرشتے جبرئیل سے فرمایا تم جاؤ اور اس کو دیکھو کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا ہے اور اس
میں کیسی کیسی نعمتیں پیدا کیں ہیں چنانچہ وہ گئے اور انہوں نے جا کر جنت کو اور راحت و لذت کے
ان سامانوں کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لئے تیار کئے ہیں اور پھر وہ اللہ تعالیٰ کے حضور
حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ باری تعالیٰ آپ کی عزت و عظمت کی قسم آپ نے جنت کو ایسا حسین بنایا
ہے اور اس میں راحت و لذت کے ایسے ایسے سامان پیدا کئے ہیں کہ جو کوئی بھی اس کا حال سن پائے
گا وہ ضرور پہنچے گا یعنی اس کا حال سن کر وہ دل و جان سے اس کا طالب بن جائے گا اور پھر اس میں
پہنچنے کے لئے جو اچھے اعمال کرنے چاہئیں وہ پوری مستعدی کے ساتھ وہی اعمال کرے گا اور جن
برے کاموں سے بچنا چاہیے ان سے پوری طرح بچے گا اور اس طرح جنت میں پہنچ جائے گا۔ پھر

اللہ تعالیٰ نے اس جنت کو سختیوں اور مشقتوں سے گھیر دیا اور جبریل سے فرمایا کہ اب جاؤ اور پھر ا
جنت کو دیکھو۔ وہ پھر گئے اور جا کر پھر جنت کو دیکھا اور اس مرتبہ آکر فرمایا کہ باری تعالیٰ قسم ہے آ
کی عزت و عظمت کی اب تو مجھے یہ ڈر ہے کہ اس میں کوئی نہ جا سکے گا یعنی جنت میں جانے کے ا
شرعی احکام کی پابندی کی گھاٹی کو عبور کرنے کی جو شرط آپ کی طرف سے لگائی گئی ہے وہ نفس او
نفسانی خواہشات رکھنے والے انسان کے لئے اتنی شان اور اس قدر دشوار ہے کہ اس کو کوئی پورا
کر سکے گا۔ اس لئے مجھے ڈر ہے کہ اب اس جنت کو شاید کوئی نہ حاصل کر سکے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے جب دوزخ کو بنایا تو پھر جبرئیل سے فرمایا کہ جاؤ اور ہماری بنائی ہوئی دوزخ
دیکھو چنانچہ وہ گئے اور جا کر اس کو دیکھا اور آکر عرض کی خداوندا آپ کی عزت کی قسم آپ ـ
دوزخ کو ایسا بنایا ہے کہ میرا خیال ہے کہ جو کوئی بھی اس کا حال سن لے گا وہ کبھی بھی اس میں ن
جائے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو شہوات اور نفسانی لذات سے گھیر دیا یعنی نفسا
خواہشات والے وہ اعمال جن میں انسان کی طبیعت اور نفس کے لئے بڑی کشش ہے جہنم کے گر
اس کی باڑ لگا دی اور اس طرح جہنم کی طرف جانے کے لئے ایک بڑی کشش پیدا کر دی اور پھر اللہ
تعالیٰ نے جبرئیل سے فرمایا کہ آپ پھر جا کر اس دوزخ کو دیکھو۔ جبرئیل پھر گئے اور جا کر اس کے
اردگرد شہوات ولذات کی جو باڑ لگائی گئی تھی اس کو دیکھا اور آکر عرض کی خداوندا آپ کی عزت ا
جلال کی قسم اب تو مجھے یہ ڈر ہے کہ سب انسان اسی میں نہ پہنچ جائیں۔ یعنی جن شہوات ولذات
سے آپ نے جہنم کو گھیر دیا ہے ان میں نفس رکھنے والے انسانوں کے لئے اتنی زبردست کشش ہے
کہ ان سے رکنا بہت مشکل ہے اور اس لئے خطرہ ہے کہ بے چاری ساری اولاد آدم نفسانی لذات
و شہوات کی کشش سے مغلوب ہو کر دوزخ ہی میں نہ پہنچ جائے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں ہمارے لئے خاص سبق ہے کہ نفسانی خواہشات
جو بظاہر بڑی لذیذ اور بڑی مرغوب ہیں ہم جان لیں کہ ان کا انجام دوزخ کا دردناک عذاب ہے جس
کا ایک لمحہ زندگی بھر کے عیشوں کو بھلا دے گا اور اس کے برعکس احکام الٰہی کی پابندی والی زندگی
جس میں ہمارے نفسوں کو گرانی اور سختی محسوس ہوتی اس کی منزل جنت ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ کے
لئے عیش و راحت کے وہ سامان ہیں کہ اس میں قدم رکھتے ہی آدمی عمر بھر کے سارے دکھ اور
ساری تکلیفیں بھول جائے گا۔

جنت میں واپسی

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی)

قرآنی ہدایات

اللہ تعالیٰ نے حضور رحمت اللعالمین ﷺ پر اپنی آخری کتاب قرآن کریم نازل فرمائی جس میں انسانوں کے لئے شفا، رحمت اور نور کی نعمتیں اپنے کمال کو پہنچی ہوئی ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کامل ہدایت موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے شان نزول اور بنیاد دین کی مرکزی حقیقت کے اعتبار سے فرماتے ہوئے بتایا کہ یہ عظیم نعمت اسی لئے ہے کہ نوع بشر اس کی برکت سے عذاب جہنم سے بچ جائے اور منزل مراد حاصل کرلے۔

ارشاد ہوا

قد جاءکم من الله نور و کتب مبین ○ یهدی به الله من اتبع رضوانه سبل السلم ویخرجهم من الظلمت الی النور باذنه ویهدیهم الی صراط مستقیم ○ (المائدہ 15-16)

"بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آچکی ہے جس سے اللہ اپنی رضا پر چلنے والوں کو سلامتی کے راستے دکھاتا ہے اور اپنی رحمت سے انہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے اور انہیں سیدھے راستے پر چلاتا ہے"

ان الذی فرض علیک القران لرادک الی معاد قل ربی اعلم من جاء بالهدی ومن هو فی ضلل مبین (القصص-85)

"بے شک اللہ نے آپ پر قرآن اس لئے فرض کیا تاکہ آپ کو بازگشت کی جگہ یعنی جنت میں لوٹائے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے۔ جو ہدایت لے کر آیا اور جو صریح گمراہی میں ہے"

الر کتب انزلنه الیک لتخرج الناس من الظلمت الی النور باذن ربهم الی صراط العزیز الحمید○ الله الذی له ما فی السموات وما فی الارض وویل للکفرین من عذاب

شدیدOالذین یستحبون الحیوۃ الدنیا علی الاخرۃ و یصدون عن سبیل
یبغونھا عوجا اولیک فی ضلل بعیدO(ابراہیم-1 تا 3)
"یہ کتاب ہم نے آپ پر اس لئے نازل کی کہ لوگوں کو اندھیرے سے نکال کر روشنی
لے جائیں ان کے پروردگار کے حکم سے غالب اور قابل تعریف کے راستے کی طرف۔ وہ
کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اس کا ہے اور کافروں کے لئے عذاب سخت کی وجہ
ہے جو آخرت کی نسبت دنیا کو پسند کرتے اور اللہ کے راستے سے روکتے اور س کی کجی چاہ
یہ لوگ پرلے سرے کی گمراہی میں ہیں"
ان ھذا القران یھدی للتی ھی اقوم و یبشر المومنین الذین یعملون الصلحت
اجرا کبیراOوان الذین لا یومنون بالاخرۃ اعتدنا لھم عذابا الیماO
(بنی اسرائیل 9،10)
"یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور مومنوں کو جب نیک عمل کر
بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے اجر عظیم ہے اور یہ بھی کہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے
لئے ہم نے دکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے"
چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو پوری دنیا کے انسانوں کی طرف رسول بنا
اس لئے آپ کا پیام کسی خاص نسل، قوم یا ملک کے باشندوں کے لئے نہیں بلکہ قیامت تک
والی تمام بنی نوع آدم کے لئے ہے۔ آپ نے پوری انسانیت کو عذاب آخرت سے بچنے کی
دی۔ قرآن کریم کی عالمگیر دعوت ملاحظہ فرمائیں کہ کس انداز سے تمام انسانوں کو مخاطب
ہے۔
یایھا الناس اتقوا ربکم واخشوا یوما لا یجزی والد عن ولدہ ولا مولود ھو جا
والدہ شیاان وعداللہ حق فلا تغرنکم الحیوۃ الدنیا ولا یغرنکم باللہ الغرور (لقمان
"لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو کہ نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آ
نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آ سکے۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پس دنیا کی زندگی تم کو دھو
نہ ڈالے اور نہ فریب دینے والا شیطان تمہیں اللہ کے بارے میں کسی طرح کا فریب دے"

گ سے بچنا اور دوسروں کو بچانا

تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ پر جو کتاب اتاری گئی وہ پوری انسانیت کے لئے ہے۔ ہر
ں کے لئے نور وہدایت کا سامان ہے جسے حق کی تلاش ہو۔ یہ کتاب صرف مسلمانوں سے
نہیں ہوتی بلکہ تمام انسانوں کو مسلمان یعنی اللہ کے مطیع اور تابع فرمان بندے بننے کی دعوت
اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس انسان کو ایمان کی دولت عطا کر دیتا ہے اس پر یہ فرض بھی
ہوتا ہے کہ وہ اپنے ساتھی انسانوں کو بھی جہنم کی آگ میں گرنے سے بچائے۔ جو انسان نور
سے محروم ہوتا ہے اس کی مثال ایک اندھے کی طرح ہے جو بڑی بے فکری سے اس راہ پر
رہا ہو جو اسے کسی گہرے گڑھے میں پہنچانے والی ہو۔ ہمارے سامنے اگر بینائی سے محروم کوئی
گڑھے یا کنوے کے نزدیک پہنچ چکا ہو تو ہم میں سے ہر شخص جس میں انسانیت کی ذرا سی
موجود ہو وہ اسے خبردار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اگر پکارنے پر بھی وہ نہ رکے تو سارے کام
دوڑ پڑے گا۔ تاکہ اسے مہلک انجام سے بچالے۔ دین کی تبلیغ کا کام بھی اسی جذبہ کے
انجام دیا جانا چاہئے تاکہ احسن تقویم اور بہترین صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا ہوا انسان اللہ
سے بچ جائے اگرچہ بظاہر وہ کتنا ہی بگڑا ہوا کیوں نہ ہو سونے کا کوئی ٹکڑا یا زیور کسی گندگی
ہوا نظر آجائے تو ہم سونے کی قدرو قیمت کے پیش نظر گندگی سے صرف نظر کرتے
فوراً اٹھا لیتے ہیں۔ انسان کے مقام کے ساتھ تو سونے کی کوئی نسبت ہی نہیں اس لئے
اصلاح مقدس ترین کام ہے اور ہر مومن کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔ بقول شاعر

اگر بینم کہ نابینا و چاہ ہست
اگر خاموش بنشینم گناہ است

یہ دیکھوں کہ کوئی اندھا کنوئیں کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے تو اس صورت حال میں
بیٹھے رہنا گناہ ہے۔ پیچھے بیان کی گئی قرآنی آیات سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ
دین اور بنیادی مقصد ہی یہ ہے کہ بنی نوع انسان کو جہنم کی آگ سے بچایا جائے۔ اللہ
کو یاد دلاتے ہیں کہ تم خود بھی گمراہ تھے لیکن ہمارے فضل نے تمہاری دستگیری کی۔
غرور ہرگز نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ شکر کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ تم

میری مخلوق کو میری طرف رجوع کرنے کی دعوت دو۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا۔

وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا (ال عمران-103)

"اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو اللہ نے تم کو اس سے بچالیا"

بنی نوع انسان کی حقیقی فلاح اور خدمت یہی ہے کہ انہیں عذاب جہنم سے بچالیا
شریعت حقہ کی تعلیم میں یہی تلقین کی گئی ہے کہ اگر تم اکیلے ہو تو اپنے گھر والوں' ساتھی
پڑوسیوں کو حسب مقدور ظلم سے روکو اور اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دو۔ اگر پورا ملک مسلمانوں
کا ہے تو وہ اپنے پڑوسی ملکوں کے عوام و خواص کو اللہ کی ربوبیت اور الوہیت تسلیم کرنے کی دعوت
دیں۔ اگر ہم من حیث القوم انسانیت کے بے لوث خادم بن کر محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر
خدمت سرانجام دیں تو اللہ تعالیٰ انعام کے طور پر اقوام عالم کی قیادت و سیادت بھی ہمیں عطا کر
دیں گے۔ اللہ کے دین کا اصلاحی کام انہی بنیادوں پر آگے بڑھتا ہے کہ پہلے تو اہل ایمان کی
جماعت تیار کی جائے جس کے ہر فرد کے دل میں اللہ کی رضا کی جستجو موجزن ہو اور عزت و اکرام کا
معیار تقویٰ قرار پائے نہ کہ دولت و ثروت۔ پھر اللہ والوں کی اس جماعت کی امارت ان اکرمکم
عنداللہ اتقٰکم کے اصول کے مطابق اس شخص کے سپرد کی جائے جو ان میں سب سے زیادہ
متقی ہو۔ اس طرح وجود میں آنے والی خیرالامت یعنی بہترین قوم ہی رحمت بن کر کرہ ارض کو عدل و
انصاف سے بھر سکتی ہے۔ یہ گوہر مقصود مروجہ سیاست کی ڈگر پر چلنے سے حاصل نہیں کیا جاسکتا
میں موقع پرست' دروغ گو اور چرب زبان لیڈر اللہ تعالیٰ کی بھولی بھالی مخلوق کو دھوکہ دیتے
دھن' دھونس اور دھاندلی کے بل بوتے پر ان کے سروں پر مسلط ہو جاتے اور دونوں ہاتھوں
قومی دولت لوٹتے ہیں۔ علامہ محمد اقبال ؒ نے ان انسان نما شیطانوں کے کرتوت ظاہر کرنے کے
اپنے کلام میں ابلیس کی زبان سے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ التجا کروائی کہ اب زمین پر میری ضرورت
نہیں رہی کیونکہ انسانوں کو گمراہ کرنے کا کام اہل سیاست نے سنبھال لیا ہے۔ حکیم الامت ؒ
امت مسلمہ کو راہ راست دکھاتے ہوئے فرمایا۔

پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصار دیں میں ہو
ملک و دولت ہے فقط حفظ حرم کا اک ثمر

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

ضور ختم الرسل ﷺ نے وحی الٰہی کے مطابق انسانوں کو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لا وی اختیار کرنے کی دعوت دی تاکہ وہ جہنم میں لے جانے والے اعمال سے دور رہیں اور اللہ ی رضا والے اعمال اختیار کر کے جنت میں داخل ہونے کے اہل بن جائیں۔ آپ نے ارشاد میری مثال اس شخص کی ہے جس نے رات کے وقت جنگل میں آگ روشن کی تو کیڑے اور س پر ٹپکنے لگے۔ اس کے روکنے کی ہزار کوشش کے باوجود بھی وہ اس میں گرے پڑتے ہیں۔ ں انسانوں کو پکڑ پکڑ کر جہنم کی آگ سے بچانے کی کوشش کرتا ہوں لیکن وہ ہیں کہ پھر بھی اس نے کے لئے زور لگاتے ہیں۔ دوزخ کی آگ سے بچنے کی اتنی اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل و یہ دعا خود تلقین فرمائی۔

فی الدنیا حسنته وفی الاخرة حسنته وقنا عذاب النار

ے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی اچھائی عطا فرمائیں اور آخرت میں بھی جہنم کی آگ سے

ہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو بھی یہ حکم فرمایا ہے کہ اپنے پاس اور اردگرد بسنے والے دوسرے و بھی جہنم کی آگ سے بچانے کے لئے پوری جدوجہد کریں کیونکہ اس سے بڑی انسانیت کی دمت نہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔

ہا الذین امنوا قوا انفسکم واهلیکم نارا وقودها الناس والحجارة علیها ملئکه داد لا یعصون الله ما امرهم ویفعلون ما یومرون (التحریم-6)

ے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آتش جہنم سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی ں اور جس پر تند خو اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں۔ جو اللہ کے ارشاد کی نافرمانی نہیں ر جو حکم انکو ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں"

ت مبارکہ میں اللہ علیم و خبیر نے اہل بیت نہیں فرمایا تاکہ اصلاح کا دائرہ اہل و عیال محدود ہو کر نہ رہ جائے۔ اہل ایمان کو یہ دعوت اہل محلّہ، اہل شہر اور اہل ملک کی حدود

پار کر کے اہل عالم تک پہنچانے کا منصب عطا ہوا ہے۔ یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ
پہلے جس انسان کو دوزخ سے بچانے کے لئے حکم دیا گیا ہے وہ ہماری اپنی ذات ہے۔ اگر ہم
کہلوانے والے اس آیت کے صرف پہلے جزو پر عمل کر کے دکھائیں اور خود پکے سچے
مومن بن جائیں تو عالمی اسلامی انقلاب کی راہ ہموار ہو جائے۔ پھر یہ دائرہ وسیع سے وسیع تر
جائے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اسم محمد ﷺ کا اجالا پورے عالم میں پھیل جائے۔

☆ فلاح انسانیت کا دستور

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف مقامات پر امت مسلمہ کو کفر اور اہل کتاب کی
ان کے طور طریقوں پر عمل کرنے سے منع فرمایا ہے اور یہ تاکید کی ہے کہ میرے رسول ﷺ
اطاعت و اتباع کرتے ہوئے میری بندگی کی راہ پر چلتے رہو۔ کہ یہی صراط مستقیم ہے۔ یہ بھی
کہ میری محبت کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھنا اور گروہوں میں نہ بٹ جانا ورنہ تمہاری
اکھڑ جائے گی۔ اس وقت تم دنیا کی بہترین قوم ہو۔ جس طرح میرے رسول ﷺ نے میرا
تک پہنچایا اور اپنی زندگی سے اس کی عملی تفسیر کا نمونہ پیش کیا ہے۔ اسی طرح یہ دین پوری
انسانوں تک پہنچانے کے لئے تمہیں امت وسطی کا کردار ادا کرنا ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کے دین
کے علمبردار اور اس کے آخری رسول احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلق عظیم کی حامل
انسانیت کی خادم آخری قوم ہو جسے اسی لئے تیار کیا گیا ہے کہ بنی نوع انسان کو آگ میں گرنے
بچاؤ۔ بھلائیوں کو فروغ دو اور برائیوں کو روک دو۔ تم صلوٰۃ و زکوٰۃ کے پابند رہتے ہوئے اللہ
کی محبت کا دامن تھامے رہو گے اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کے کام میں اللہ تعالیٰ کے مد
بنے رہو گے تو اللہ بھی تمہاری مدد کرتا رہے گا۔ جب تک اللہ کی مدد تمہارے شامل حال رہے
دنیا کی کوئی قوم نہ تو تمہیں نقصان پہنچا سکے گی اور نہ ہی تم پر کوئی ملک غالب آ سکے گا۔ قرآن
میں ایک مقام پر مسلسل بارہ آیات میں اہل ایمان کے لئے ایک ایسا لائحہ عمل دے دیا گیا ہے جو
دور میں امت مسلمہ کو راہنمائی مہیا کرتا رہے گا۔ نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ راہنما
بنیادی اصولوں کی حامل ان آیات بینات کا سلیس ترجمہ یہاں درج کر دیا جائے۔

(1) اے ایمان والو اگر تم اہل کتاب کے کسی فریق کا کہا مان لو گے تو وہ تمہیں ایمان لانے

کافر بنا دیں گے۔

(2) اور تم کفر کیونکر کرو گے جب کہ تمہیں اللہ کی آیات پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول موجود ہے۔ جو اللہ کا دامن تھام لیتا ہے اسے صراط مستقیم کی ہدایت عطا ہو گی۔

(3) اے ایمان والو اللہ کے لئے تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اس کے تقوے کا حق ہے اور تمہیں موت نہیں آنی چاہئے مگر مسلمان کی حیثیت سے۔

(4) تم سب مل کر اللہ کے دامن کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہو جانا۔ اللہ نے تم پر جو عنایت فرمائی اسے یاد رکھو۔ تم تو ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ تمہیں اپنی آیات کھول کھول کر سناتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

(5) اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

(6) اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو متفرق ہو گئے اور واضح احکام آنے کے بعد ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو عذاب عظیم ہو گا۔

(7) قیامت کے دن کچھ چہرے سفید اور کچھ چہرے سیاہ ہونگے۔ جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہونگے ان سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے؟ سو اب اس کفر کے بدلے عذاب چکھو۔

(8) اور جن لوگوں کے چہرے سفید ہونگے وہ اللہ کی رحمت کے باغوں میں ہوں گے اور ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

(9) یہ اللہ کی آیات ہیں جو ہم آپ کو حق کے ساتھ پڑھ کر سناتے ہیں اور اللہ اہل عالم پر ظلم نہیں کرنا چاہتا۔

(10) اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور سب کام کا فیصلہ کرنے کے لئے اللہ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔

(11) تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ تم بھلائی کے کام کرنے کو
اور ضرر رساں کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اگر اہل کتاب بھی ایمان
آتے تو ان کے لئے اچھا ہوتا۔ ان میں کچھ ایمان والے بھی ہیں لیکن اکثر نافرمان ہیں۔

(12) یہ اہل کتاب تمہیں خفیف سی تکلیف کے سوا کچھ نہیں پہنچا سکیں گے اور اگر تم
لڑیں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ پھر کہیں سے مدد نہ کئے جائیں گے۔ (آل عمران
(111تا

صحابہ کرامؓ نے قرآن حکیم کی تعلیم پر حضور سرور کائنات ﷺ کے اسوہ حسنہ کی روشنی
عمل کیا تو اللہ تعالیٰ کی نصرت سے زندگی کے ہر شعبے میں ایسے ایسے کارہائے نمایاں انجام دئے جن
تاریخ عالم میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے وعدے دائمی اور سچے ہیں۔ ا
کی سچی کتاب ہمارے پاس موجود اور اس کے سچے رسول ﷺ کی حیات طیبہ کا لحظہ لحظہ محفوظ
اگر ہم خواب غفلت سے بیدار ہو کر اللہ تعالیٰ کا دامن مضبوطی سے تھام لیں اور اپنی زندگیوں
اسوہ رسول ﷺ کے سانچے میں ڈھال لیں تو اللہ کی رحمت سے امید کامل ہے کہ وہ پھر سے ہم
اپنی نصرت سے نواز دے اور امت مسلمہ کو اس کا کھویا ہوا مقام دوبارہ عطا کر کے اقوام عالم
سیادت اس کے سپرد کر دے۔ اوپر دی گئی آیات میں عالمگیر اصلاحی مشن کی بنیاد اللہ کی بندگی
مودت و محبت' مساوات و اخوت اور احترام آدمیت پر رکھی گئی ہے۔ اقامت صلوۃ اور ادائیگی زکوٰ
کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا نظام نافذ کرنے کی راہ سلجھائی گئی ہے۔ اس طرح بتدریج پوری
انسانیت کو نظام رحمت کے تحت لایا جائے جس میں ہر انسان کے لئے بنیادی ضروریات کی فراہمی
جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت اور اپنے عقیدہ پر عمل کی آزادی کی ضمانت ہو۔ ایسے مثالی
عالمگیر امن کے داعی اور فلاح انسانیت کے ضامن نظام کی مخالفت صرف وہی قوم کرے گی جس کی
بقاء کا انحصار کمزوروں کے استحصال اور مجبوروں کا خون چوسنے پر ہو گا۔ ایسی آدم آزاد قوم کا وجود
انسانیت کے لئے ناسور کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی قوت کا توڑنا ہر لحاظ سے بنی نوع انسان کے
دکھوں کا مداوا کرنا ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دے رکھا ہے کہ اس قدر قوت
کا سامان اور مواصلات کے ذرائع تیار رکھو کہ تمہارے دشمنوں پر تمہاری ہیبت طاری رہے۔ اگر

لیاء الشیطان پر مشتمل کسی بد طینت قوم نے تمہارے ساتھ جنگ کرنے کا خطرہ مول لیا تو اس کا
ر شکست ہی ہو گی۔ تمہاری جنگ ہوس ملک گیری اور حب جاہ و مال کا شاخسانہ نہیں بلکہ میری
نذر
اہ میں میری رضا کی خاطر جہاد ہے۔ تم انسانوں کو اپنا غلام بنانے کے لئے نہیں بلکہ انہیں ہر نوع کی
می سے آزادی دلانے کے لئے جنگ کرتے ہو اس لئے میری تائید و نصرت تمہارے ساتھ ہو گی۔

اصلاح فرد کی اہمیت

برادران کرام! قومیں افراد سے بنتی ہیں۔ جس قوم کے افراد خدا خوف، وفاشعار، دیانتدار اور
ردار ہوتے ہیں وہ ترقی کی منزلیں طے کرتے چلی جاتی ہے اور جس کے افراد اخلاق و کردار سے
ری اور ہوا و ہوس کے پجاری ہوں اس کے زوال کو کوئی نہیں روک سکتا۔ حضور نبی کریم
ﷺ کی تعلیم کے مطابق سب برائیوں کی جڑ دنیا کی محبت ہے اور سارے نیک کاموں کا منبع اللہ
لی کا خوف اور تقویٰ ہے یہی ایمان کا خلاصہ ہے۔ جو انسان سچے دل سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور
خرت کی زندگی کو تسلیم کرتا ہو اس کے لئے جرم و گناہ کی زندگی بسر کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل
ردر ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قوموں کی تعمیر کا کام ہمیشہ افراد کی تعلیم و تربیت سے شروع کیا جاتا
ہے۔ اللہ کے دین میں بھی اصلاح کے لئے یہی فطری طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

کسی عمارت کی تعمیر کے لئے استعمال کی جانے والی اینٹیں اگر پختہ، مضبوط، اور معیاری ہونگی تو
رت بھی پائیدار بنے گی اور اگر ناقص اینٹیں اور گھٹیا مسالا استعمال ہو گا تو بظاہر بڑی عالیشان اور
راستہ پیراستہ عمارت کسی بھی وقت دھڑام سے گر سکتی ہے۔ آپ ذرا اپنے وطن عزیز جسے لاکھوں
وں اور عصمتوں کی قربانی دے کر حاصل کیا گیا کے معاملات پر نگاہ ڈال لیں۔ آزادی کی بدولت
سب سے بڑی اسلامی مملکت کی باگ ڈور مسلمانوں کے ہاتھ میں آ گئی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ہم
سرزمین کے انتظام و انصرام کو اس طرح چار چاند لگاتے کہ اصلاح و فلاح، عدل و انصاف، امن
مان اور ترقی و خوشحالی کے لحاظ سے بیرونی دنیا اسے ایک مثالی ملک تسلیم کر کے دین اسلام کی
نیت کی قائل ہو جاتی۔ وائے ناکامی کہ ترقی و وسعت تو درکنار ہم اس ملک کو سنبھال بھی نہ سکے
ر ہماری نادانیوں اور کفار کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے ہمارا مشرقی بازو ہم سے الگ ہو گیا۔ اتنے
سے سانحہ کے باوجود بھی ہم نے اپنا قبلہ درست نہ کیا اور ہمارے اخلاقی انحطاط کے سبب ہماری

معیشت اور معاشرت کے ہر شعبے کا آج جو حال ہے اس کے بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ اس
کی ایک ہی وجہ ہے کہ ہم نے اسلام کے اصولوں کے مطابق اپنی قوم کے اخلاق و کردار کی ا
سے مکمل غفلت برتی اور تاہنوز اسی روش پر گامزن ہیں۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہ
اقوام عالم میں باوقار مقام حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اپنے عقائد کے مطابق پوری ق
تربیت کی جائے اور ملی مقاصد کے حصول کی خاطر ان میں یک جہتی اور یک رنگی پیدا کی جائے۔
عظیم کام کی انجام دہی کے لئے کلمہ طیبہ
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا متفقہ اور راہنما اصول موجود ہے جس کی روشنی میں
کے تمام افراد کو اللہ تعالیٰ کی بندگی اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و اتباع کی تربیت میں ڈا
باکردار، باوقار اور خوددار مومن بنایا جا سکتا ہے۔ یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ انسان
تمام اعضاء اس کے دل کے تابع ہیں گویا جسم کی مملکت پر دل کی حکمرانی ہے۔ دل ہی وہ مرکز
جہاں خواہشات جنم لیتی ہیں۔ اگر یہ مرکز درست ہو جائے تو اس میں مال و جاہ کی ہوس کی بجائے
تعالیٰ کی محبت اور آخرت کی فکر جاگزین ہو جاتی ہے اور انسان کا نکتہ نظر، طرز فکر اور اسلوب ز
یکسر بدل جاتا ہے۔ یہ انقلاب اقرار باللسان سے نہیں بلکہ تصدیق بالقلب سے برپا ہوتا
زبانی اقرار تبھی قابل اعتبار ٹھہرتا ہے جب دل بھی اس کی گواہی دے۔ اللہ تعالیٰ نے سور
الحجرات کی آیت 14 میں فرمایا ہے کہ "صرف زبانی دعویٰ کرنے سے تم مومن نہیں بن گئے ا
ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا"
ایمان جب دل میں گھر کر لیتا ہے تو انسان کو یقین کا یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے کہ میرا خال
مالک جو تمام بنی نوع انسان کو قیامت کے روز دوبارہ زندہ کر کے اعمال کی جزا و سزا دیگا وہ ہر و
میرے ساتھ موجود، میرے تمام اعمال کو دیکھتا اور دل میں پیدا ہونے والے خیالات کو بھی جانتا
اور اس کے خفیہ کارندے میرے تمام اقوال و اعمال ریکارڈ کر رہے ہیں اس لئے وہ آخرت
عذاب سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی خاطر ہر برائی سے بچنے اور بھلائی کے کا
میں سبقت لے جانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول ﷺ کو پور
انسانیت کی اصلاح و ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا لیکن آپ نے اس کام کو ایک ایک فرد کی اصلا

نے ہوئے قدم بڑھا آگے بڑھایا۔ یہاں تک کہ برسوں کی جدوجہد اور ان تھک محنت سے چند ہزار
مشتمل وہ جماعت تیار ہو گئی جسے اللہ تعالیٰ نے خیر الامت کے خطاب سے مشرف
وں قدسیہ کی
حضور ﷺ کی حیات طیبہ ہی میں اسلام پورے عرب میں پھیل گیا۔ آپ کے بعد آپ کے
یلایا
ں صحبت سے تربیت پانے والے صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کی نصرت کے بھروسہ پر دین رحمت کو
ری دنیا میں پھیلانے کے لئے نکل کھڑے ہوئے اور ہر قدم پر فتح و نصرت نے ان کے قدم چومے
یہ کام نسل بعد نسل آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس دور میں تعمیر ملت اور اصلاح امت کا کام منہاج
ت پر چلنے سے کامیاب ہو سکتا ہے۔ حضرت امام مالکؒ کا مشہور قول ہے کہ اول دور میں جس
یقے امت کی اصلاح ہوئی تھی آخری دور میں بھی اسی طرح سے ہو گی۔

میرے پیارے بھائیو اور جان سے عزیز بیٹو! ہمارے ہادی و مرشد حضرت خواجہ عبدالحکیم
صاریؒ نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد قرآن و سنت کے محولہ بالا اصولوں کے مطابق رکھی اور اس
ل تعلیم اور متعلقہ قواعد و ضوابط بڑی تفصیل کے ساتھ "تعمیر ملت"، "چراغ راہ" اور
رت توحیدیہ" میں درج فرما دیئے۔ آپ نے اصلاح کا یہی طریقہ تلقین فرمایا کہ سلسلے میں شامل
بھائی پہلے اسلام کے بنیادی فرائض کی پابندی کے علاوہ ذکر نفی اثبات اور پاس انفاس کے ذریعے
ب کو بیدار اور صاف کر لے اس کے ساتھ ہی غصہ و نفرت کی مکمل نفی کر کے عالمگیر محبت اور
ت کے ذریعے اپنے اخلاق و کردار کا تزکیہ کرے۔ اس تعلیم پر عمل کرنے سے جب اللہ کے
و کرم کے طفیل دل میں مطلوبہ روحانی قوت اور جذب کی قوت پیدا ہو جائے تو پھر قلبی توجہ
روحانی فیض کے ذریعے اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کی اصلاح کے کام میں لگ جائے۔
ے سلسلے میں روحانی طاقت اس لئے حاصل نہیں کی جاتی کہ شعبدے اور کرامات دکھائی جائیں
وں کا علاج کر کے پیسے بٹورے جائیں۔ ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ سب سے عظیم کام جو اس
ت لیا جا سکتا ہے وہ ایک بگڑے ہوئے معاشرے اور ایک بد کردار انسان کی اصلاح ہے کہ
کے سارے عیب چھڑا کے اسے پکا مومن اور دیانتدار شہری بنا دیا جائے تاکہ اس کی دنیا اور
ت دونوں سدھر جائیں۔ یہ کام اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر و ثواب کے لحاظ سے بھی اتنا اعلیٰ ہے کہ
اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر آپ کے توسط سے کسی ایک آدمی کی بھی اصلاح ہو جائے تو

یہ امر دنیا کے ہر اس سازو سامان سے زیادہ بہتر ہے جس پر سورج طلوع و غروب ہوتا ہے
دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے توسط سے ایک آدمی کا ایمان لے آنا
اونٹوں کی دولت سے بھی بہتر ہے۔

برادران کرام!

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے جو فرمودات بیان کئے گئے ہیں ان سے یہ بات واضح ہے
کہ قرآن کریم اور دین مبین کا محور انسان کی اصلاح ہے اور سلسلہ توحیدیہ کے قیام کا بھی یہی مقصد
ہے۔ اس لئے ہر توحیدی فقیر کو چاہئے کہ اس مقدس فریضہ کو پہلے سے بھی زیادہ عزم و ہمت،
محبت و محنت سے سرانجام دے۔ ہر بھائی سال بھر میں اگر زیادہ نہیں تو کم از کم ایک مسلمان بھائی کی
اصلاح کر کے اسے صلوۃ و زکوۃ کا پابند مومن بنادے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کام کرنے والے بندوں کی
ضرور مدد فرماتے ہیں۔

الحمدللہ! خطبہ ختم ہوا۔ آیئے اب سب مل کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔ یا اللہ ہمارے اور
ہمارے ان بھائیوں کو جو آپ کے پاس پہنچ گئے ہیں مغفرت فرمادیں۔ یا اللہ سلسلہ توحیدیہ کو اپنی
مخلوق کی اصلاح و خدمت کے لئے قبول فرمالیں۔ اپنے توحیدی فقیروں کو سلسلہ کی تعلیم پر پورے
خلوص اور ذوق و شوق کے ساتھ حسن عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ مسلمانان عالم کو اشخاص پرستی اور
فرقہ پرستی جیسی لعنتوں سے نجات دے کہ قرآن و سنت کی راہ پر گامزن فرمادیں۔

ہم سب کو دنیا و آخرت کی بھلائیاں نصیب فرمائیں اور اپنے مقرب بندوں میں شامل فرمالیں۔
آمین یا رب العالمین۔

خواجہؒ کے خطوط

(تدوین و ترتیب: خالد مسعود)

چلہ بیٹھنے کی تجویز

(بنام محمد مرتضیٰ صاحب 1970ء)

☆ "میری یہ بھی خواہش ہے کہ آپ کم از کم دس دن کے لئے چلہ میں بیٹھیں اور جو کچھ
چلہ میں پڑھنا ہے وہ میں آپ کو بتاؤں گا جب کہ آپ کو چلہ میں بیٹھنے کی فرصت ملے
" (مورخہ 1970-8-23)

☆ "ابھی موسم گرم ہے۔ کمروں میں دن رات بند رہنا مشکل ہے۔ نومبر میں موسم اچھا ہو
اس وقت چلے بیٹھنا مناسب ہو گا۔ میں اس وقت طریقہ کار لکھ دوں
" (مورخہ 1970-9-5ء)

☆ "کل سے رمضان شروع ہے۔ ممکن ہو تو اعتکاف کر لینا۔ چلے میں دسمبر یا جنوری میں
" (مورخہ 1970-11-2)

راقم الحروف کو چلہ کے طریقہ کار و الاخطات ملا تو میں نے الحاج محمد مرتضیٰ صاحب سے اس کے
میں دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے قبلہ حضرتؒ سے بالمشافہ ملاقات میں جب اپنی
کا اظہار کیا کہ میں تو اللہ کے قریب ہونا چاہتا ہوں چلہ کی کیا ضرورت ہے۔ مگر جیسے آپ حکم
اس پر قبلہ انصاری صاحبؒ نے زور سے قہقہہ لگا کر فرمایا۔ "اچھا" اور پھر وہ کاغذ جس پر
ہدایات تحریر فرمانے لگے تھے قاسم صاحب کو واپس کر دیا اور پھر مجھے چلہ میں بیٹھنے کا نہیں
(نشست از خالد مسعود 1997-2-19)

آگے ترقی کے لئے

(بنام محمد صدیق ڈار صاحب 1965-2-27)

"آگے ترقی کے لئے اب یہ ضروری ہے کہ آپ رات کو صبح ہونے سے کم از کم ڈیڑھ گھنٹہ
تہجد کے نفل پڑھیں۔ مگر یہ دو نفل کم از کم پندرہ منٹ میں ختم ہونے چاہئیں۔ اس کے

بعد نماز صبح تک نفی اثبات کا ذکر کریں۔ پھر "سبحان اللہ" کا ذکر کریں۔ پھر آرام سے بیٹھ کر
اللہ کا خیال کرنے کی کوشش کریں۔ صبح کو نفی اثبات کا ذکر بالجہر نہ کریں بلکہ معمولی آواز سے
یعنی ذکر جلی یا خفی کرلیں۔ مگر زیادہ وقت "سبحان اللہ" کے ذکر میں صرف کریں۔ مگر "سبحان ا
ذرا ترنم کے ساتھ کہیں اور تسبیح وغیرہ پر گن کر نہ کریں"

3۔ ذات کا مراقبہ

(بنام محمد صدیق ڈار صاحب 1965۔2۔

"ذات کے مراقبہ کی ابتداء یہ ہے کہ کسی وقت جب بالکل تنہائی اور سکون ہو کامل نفی کر
فضاء یعنی خلا کا اثبات کریں۔ دماغ میں صرف خلا کا تصور ہو۔ جب خلا کا تصور کامل ہو جائے تو
پھر پوچھیں پھر بتاؤنگا"

4۔ پریشانیوں سے نجات

(بنام محمد قاسم صاحب 1963۔9۔

"آپ تو نماز پڑھتے ہی ہیں اپنی بیگم سے کہیں وہ بھی نماز پڑھا کریں اور ہروقت درود شریف
وردِ دل میں رکھیں۔ انشاء اللہ یہ سب ابتلا آت درست ہو جائیں گی اور انجام شاندار ہو گا"

کھائے ہوئے بھس کی مانند

(آفتاب احمد خاںؒ)

قرآن کریم میں ایک چھوٹی سی مگر جامع سورت "الفیل" ہے۔ اس میں ابرہہ کا ذکر ہے جو خانہ کعبہ کو گرانے کی غرض سے ہاتھیوں کی فوج لے کر حملہ آور ہوا۔ اللہ تعالیٰ جو قوی و غالب ہے اسے کب یہ گوارا تھا۔ اس نے چھوٹے چھوٹے پرندوں کو حکم دیا اور پھر ان پرندوں نے اپنی چونچوں سے چھوٹے چھوٹے پتھر اور کنکریاں اس لشکر پر برسائیں اور یوں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ سرکش فوج تباہ کر دی گئی۔ اس سورت کی آخری آیت میں عجیب انداز میں فرمایا گیا۔ **فجعلھم کعصف ماکول** یعنی اللہ تعالیٰ نے اس لشکر کو تباہ کر کے کھائے ہوئے بھس کی مانند بنا دیا۔ جب میں نے چونڈے کے محاذ پر عید گاہ سے بھارتی فوج کی تباہی کا منظر جنگ بندی کے عین دوسرے دن دیکھا تو اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کا یہی حصہ میرے ذہن پر طاری تھا۔ آج جب اس واقعہ کو قلمبند کر رہا ہوں تو دوبارہ اسی کیفیت میں چلا گیا ہوں اور اسی وجہ سے اس مضمون کا عنوان بھی "کھائے ہوئے بھس کی مانند" رکھا ہے۔

ہوا یوں کہ 1965ء کی پاک بھارت جنگ بندی سے ایک دن پہلے میرے ایک پیر بھائی جمیل گل صاحب میرے دفتر میں آئے اور کہنے لگے کہ مجھے کل چونڈے محاذ پر جانا ہے جس کے لئے ایک دن آپ کی گاڑی درکار ہے۔ میں نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ پسرور اور چونڈے کی طرف جانا خطرے سے خالی نہیں۔ یہ سن کر مایوسی سے میاں صاحب کا منہ لٹک گیا۔ پھر میں نے دھیمی آواز میں کہا کہ اگر میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں تو کیسا رہیگا۔ انہوں نے حیرت سے میری طرف دیکھ کر قہقہہ لگایا اور دمکتے ہوئے چہرے سے کہا کہ خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔ چنانچہ شام چار بجے ہم دونوں بھائی قبلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ سے ہمیں محاذ پر جانے کی اجازت مل گئی۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ تم نے تو ساری جنگ ہر محاذ پر لڑی ہے میں تمہاری واپسی کا بیتابی سے انتظار کروں گا۔

تمہاری زبان سے میدان جنگ کا حال سننے کا لطف کچھ اور ہی ہو گا۔ قبلہ حضرتؒ نے ہمیں اللہ

حافظ کہا اور ہم دونوں بھائی اس محفل رندانہ سے اٹھ کر گھروں کو چل دیئے۔
اگلے روز صبح سویرے ہی ہم پسرور ضلع سیالکوٹ کی جانب روانہ ہو گئے۔ میاں جمیل
صاحب نے بتایا کہ پہلے ہمیں میجر جان (JOHN) جو ہائی سکول پسرور میں ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں
رابطہ کرنا ہو گا۔ میجر دلاور بٹ صاحب جو چونڈہ محاذ پر متعین تھے کو ہمارے آنے کی اطلاع دی جا
تھی۔ میجر دلاور بٹ میاں صاحب کے کلاس فیلو رہ چکے تھے اور انہوں نے ہی میاں صاحب کو
آنے کی دعوت دی تھی۔ وہ اپنی اور دیگر ساتھی افسروں کی انشورنس پالیسی بھی خریدنا چاہتے تھے
ہم نو بجے صبح پسرور پہنچ گئے اور ہائی سکول کی عمارت کے قریب میجر جان کے بارے میں پوچھ
معلوم ہوا کہ وہ آج ہی سامنے والی ایک فیکٹری میں منتقل ہو گئے ہیں۔ ہم نے وہاں جا کر فوجی
سے رابطہ کیا تو اس نے میجر صاحب کو اطلاع کر دی۔ پیغام ملنے پر میجر صاحب خود فیکٹری گیٹ پر
گئے اور ہمارا پر خلوص استقبال کیا اور ہمیں بتایا کہ میجر دلاور بٹ صاحب نے انہیں ہماری آمد
رکھا تھا۔ میجر جان صاحب سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ ایک دن پہلے ان کے والد وفات پا
لیکن وہ اپنے گھر نہیں گئے حالانکہ سیالکوٹ وہاں سے صرف بیس میل دور ہے۔ انہوں نے کہا
میرے دوسرے عزیز رشتہ دار کفن و دفن کا کام سرانجام دے سکتے ہیں لیکن فوج اور ملک نے
ذمہ داری مجھے دی ہوئی ہے اسے صرف میں ہی انجام دے سکتا ہوں اور مجھے ہی انجام دینی چاہیے
اس لئے میں اپنی ڈیوٹی پر ہوں۔
میجر صاحب نے ہماری گاڑی فیکٹری کے صحن میں پارک کروا کر کیمو فلاج کروا دی اور ہمیں
ایک فوجی جیپ پر سوار کروا دیا اور ڈرائیور کو ہدایات دے کر ہمیں رخصت کر دیا۔ جیپ چونڈے کی
طرف رواں دواں تھی اور ڈرائیور ہمیں پاکستانی فوج کی بہادری کے واقعات سنا رہا تھا۔ میجر جان کے
بارے میں اس نے بتایا کہ ہمارے ہیڈ کوارٹر نے انہیں والد کی وفات پر گھر جانے کی اجازت دے دی
تھی لیکن انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ملک کو میری محاذ پر زیادہ ضرورت ہے اور میں ہرگز
یہاں سے نہیں جاؤنگا۔ واپسی پر جب یہ بات ہم نے قبلہ حضرتؒ کو بتائی تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ
گئے اور فرمایا کہ عیسائی مذہب والے پاکستانی بھی کسی طرح ملکی دفاع کے معاملے میں ہم سے پیچھے
نہیں رہے۔ اس جنگ میں تمام پاکستانیوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک متحد قوم بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر
ہے۔

لاہور کے ایک مشہور انگریزی اخبار کے فوٹو گرافر مسٹر جان مسیح جنگ کے دوران ایک دن
ہمارے کلب کی وار کمیٹی کے دفتر تشریف لائے تو وہ بہت خوش دکھائی دے رہے تھے۔ ہم نے وجہ
پوچھی تو وہ فخر سے سر اٹھا کر کہنے لگے کہ آج میں بھی قوم کے سامنے سرخرو ہو گیا ہوں۔ میرا بیٹا جو
پاک فضائیہ میں سکوارڈن لیڈر ہے اسے ستارہ جرات سے نوازا گیا ہے۔

چونڈہ کا قصبہ تقریباً پانچ میل دور تھا اور دن کے بارہ بج چکے تھے۔ ڈرائیور نے کھیتوں کی
طرف اشارہ کرتے ہوئے ہمیں پاک فوج کی بھارتی توپوں کا نظارہ کروایا جو چونڈہ کے محاذ پر بھارتی
افواج پر آگ برسا تی رہی ہیں اور میجر دلاور بٹ چونڈہ میں ہمارے او پی (O.P) تھے۔ اسی اثنا راستے
میں کھڑے فوجی جوانوں نے ہماری جیپ کو روک لیا اور کہا کہ آگے جانے کا حکم نہیں ہے کیونکہ
سامنے والے گاؤں میں جرنیل صاحب آئے ہوئے ہیں اور افسروں کی میٹنگ ہو رہی ہے
ہمارے دوست میجر بٹ بھی وہاں ہی ہیں۔ انہوں نے ہمیں ہدایت دی کہ آپ نزدیکی کماد کے کھیت میں
جیپ کر بیٹھ جائیں۔ جب جرنیل صاحب چلے جائیں گے تو ہم میجر صاحب کو اطلاع کر دیں گے اور
ملاقات ہو سکے گی۔ چنانچہ ہم کوئی دو گھنٹے تک کماد کے کھیت میں بیٹھے رہے۔ آخر کار ایک فوجی
جوان آیا اور ہمیں اپنے ہمراہ گاؤں کے ایک وسیع مکان میں لے گیا۔ وہاں بہت سے فوجی آفسر جمع
تھے جن میں میجر دلاور بٹ بھی شامل تھے۔ سب آفسر ایک دوسرے سے بغلگیر ہو رہے تھے اور دکتے
چہروں سے ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ جنرل صاحب اس میٹنگ میں
بہادری اور جرات کے تمغوں کی اطلاع بھی افسروں کو دے گئے ہیں۔ ان میں ہمارے میزبان میجر
دلاور بٹ کو بھی تمغہ جراتِ سے نوازا گیا تھا۔ ملاقات ہونے پر انہوں نے سب سے پہلے تو معذرت
کی کہ اچانک منعقد ہونے والی میٹنگ کی وجہ سے آپ لوگوں کو زحمت ہوئی۔ ہم نے بہادری کا
تمغہ عطا ہونے پر انہیں مبارک باد دی تو فرمایا کہ یہ تو ڈیوٹی کا حصہ تھا۔ پوری فوج بڑی بہادری سے
لڑی ہے اور ہر فرد نے اپنے فرض کو خوب نبھایا ہے۔ بٹ صاحب نے میاں صاحب کا اور میرا ہاتھ
پکڑا اور ہمیں ایک کمرے میں لے گئے جہاں ایک میز پر کھانا چنا ہوا تھا۔ ہمیں بھوک لگی ہوئی تھی
اس لئے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ جب فارغ ہوئے تو میجر صاحب نے فرمایا کہ جس مقصد کے لئے
آپ کو زحمت دی گئی ہے اب وہ بھی پورا ہونا چاہئے۔ انہوں نے بتایا کہ تمام افسر جنہوں نے
انشورنس کروانی وہ یہاں موجود ہیں۔ چنانچہ دس افسروں نے بیمہ پالیسیاں خریدیں اور ہم چار بجے

کے قریب فارغ ہوئے۔ تمام افسر بھی اپنے اپنے مورچوں میں واپس جا رہے تھے۔ یہ ایک
منظر تھا۔ مجاہدین اسلام ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے اور اللہ حافظ کہہ کر اپنی اپنی گاڑیوں
گئے۔ وہ ایک بار پھر نئے عزم کے ساتھ اپنے ملک پر اللہ کی خاطر قربان ہونے کے لئے ہنستے
ہوئے بے خطر خوشی سے ہوا میں ہاتھ لہراتے ہوئے اپنی اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو گئے
بٹ صاحب نے ہماری جیپ کو فارغ کر دیا اور ہمیں اپنی جیپ میں بٹھا لیا اور چونڈہ کی طرف
دئے۔ میجر صاحب نے راستے میں جوانوں کی بہادری کے کئی قصے سنائے اور فرمایا کہ معجزوں
بارے میں اب تک تو ہم نے صرف سن ہی رکھا تھا مگر چند دنوں کی جنگ میں اللہ تعالیٰ کے
معجزے اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے ہیں۔ انہوں نے اپنا بریف کیس اٹھا کر دکھایا اور میاں
سے کہنے لگے کہ میرا یہ بریف کیس بھی غازی ہے کیونکہ اسے بھی جنگ میں گولی لگ چکی ہے
میں سوراخ تو ہو گیا ہے لیکن یہ تندرست اور توانا ہے اور ہم دونوں آپ کے سامنے زندہ ہیں
بریف کیس نے اپنے سینے پر گولی کھا کر مجھے بچا لیا۔ ان کی باتوں نے ہم پر عجیب سی کیفیت طاری
رکھی تھی۔ اتنے میں جیپ ایک ہلکے سے جھٹکے کے ساتھ رکی۔ تو میجر صاحب نے فرمایا کہ
چونڈہ جہاں غازیوں اور شہیدوں نے دنیا کی سب سے بڑی ٹینکوں کی جنگ جیتی ہے جس میں
تعالیٰ کی خاص مدد شامل تھی۔ پتہ نہیں مسلمان مجاہدوں میں کیسا جذبہ پیدا ہو گیا تھا کہ ہر جوان
خوف ہو گیا تھا اور اس سرزمین پر شیر کی طرح دھاڑتا ہوا چلتا تھا۔ کچھ جوانوں نے اپنے افسروں
ساتھیوں سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ شہادت کے بعد ہمیں اسی جگہ دفن کر دینا میں نے سب
پہلے عید گاہ کے ساتھ ڈھلوان پر ان شہیدوں کی قبروں کو دیکھا اور فاتحہ پڑھی۔ آپ یقین کریں
اس جگہ سے عجیب اور پر کیف سی خوشبوئیں اٹھ رہی تھیں اور قبروں کے اندر سے پر
ترانوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ قبروں کے قریب گذرتے ہوئے میرے ہونٹوں سے بے
"مرحبا" نکلا تو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے جواب ملا کہ یہ تو ہماری ادنی سی خدمت تھی۔ میں
دیتے ہوئے کہا اللہ جزائے خیر اور ہمیشہ کی زندگی عطا فرمائے گا۔ پھر میجر صاحب ہمیں عید گاہ کے
حصہ میں لے گئے۔ سامنے میلوں تک کھلا میدان پھیلا ہوا تھا اور وہاں بھارت کے بھاری
ٹینک آج بھی جل رہے تھے اور ان سے دھواں اٹھ رہا تھا' حد نگاہ تک کوئی انسان نظر نہیں آ
پتہ چلا کہ بزدل دشمن کے فوجی اپنے مورچوں میں دبکے بیٹھے ہیں۔ پھر ہم نے پیچھے مڑ کر

... ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔ چند نوجوانوں کو ایک کنوئیں کے پاس تیل مالش
... خوشی میں گانے بھی گنگنا رہے تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اللہ کے
... کے پجاریوں کا فرق ملاحظہ کیا جس کے بارے میں بیرونی پریس نے بھی نمایاں خبریں
... اسی طرح ہمارا وقت اس تیزی اور بے خبری سے گزر رہا تھا کہ ہمیں واپسی کا احساس
... صاحب کا ڈرائیور آگیا اور اس نے واپسی کے بارے میں یاددہانی کرائی۔ ہم میجر
... گلے ملے اور ایک عجیب روحانی لذت اور کیفیت کے ساتھ انہیں خدا حافظ کہا اور جیپ
... ہوگئے۔ جیپ واپسی سفر پر رواں دواں تھی اور ہم سب خاموش جنگ چونڈہ میں کھوئے
... جنگ کے بارے میں جو کچھ ہم نے سنا تھا وہ سب کچھ آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔
... ہم نے اپنی گاڑی لی اور لاہور واپسی کا سفر شروع ہوا اور ہم تقریباً نو بجے رات گھر
... بجے ہم نے قبلہ حضرت" کے ہاں حاضری دی۔ وہ ہمارے انتظار میں تھے۔ ہمیں دیکھ
... ہوئے اور عجب محبت بھرے انداز سے ہمیں باری باری گلے لگایا۔ پھر چائے آ
... کو دم کرکے پلائی۔ آپ ہم سے محاذ کی باتیں سنتے رہے اور ہر فقرے پر اللہ اکبر
... کبھی تو شدت جذبات سے آپ کی آنکھیں چھلک جاتیں اور کبھی ایسا محسوس ہوتا
... آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ "جنگ بدر میں 313 اہل ایمان کی فتح
... قصہ پارینہ سمجھ بیٹھے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ اس گئے گزرے زمانے میں
... اپنی نصرت سے کفار کی نفری اور سامان حرب کی تباہی دکھا کر مسلمانوں کی تمام پچھلی
... پر حقیقت کی مہر ثبت کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اللہ
... جب وقت دیکھا تو بارہ بج چکے تھے۔ میں نے قبلہ حضرت" سے اجازت طلب کی اور
... روانہ ہونے لگا تو رخصتی کے وقت آپ نے فرمایا! "ابھی تو تجھے دوسرے محاذوں پر
... تیار رہو"

اسباب زوال ملت

(حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری)

اب قابل غور بات یہ ہے کہ جب قرآن' احادیث اور حضور اکرم ﷺ کا اسوہ حسنہ ہمارے سامنے ہے تو پھر مسلمان ان جاہل اور گمراہ صوفیوں کے معتقد کیوں ہو جاتے ہیں۔ تو اس کی وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ عام مسلمان جاہل ہیں۔ ان کو نہ قرآن کی خبر ہے نہ احادیث کی، حضور اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ سے واقف ہیں۔ دوسری وجہ قوم کی غربت و افلاس ہے۔ مفلسی اور غریبی کی وجہ سے بلند عزائم اور اعلیٰ کردار سے عاری ہو چکے ہیں وہ حرام حلال اور جائز ناجائز کی پروا نہیں کرتے وہ تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ ان کی مراد پوری ہو جائے خواہ جائز طریقے سے ہو یا ناجائز طریقے سے۔ اس کے ساتھ ہی ان کا عقیدہ یہ ہے کہ فقراء کو مافوق الفطرت طاقتیں حاصل ہوتی ہیں اور وہ انسان کی ہر مراد پوری کر سکتے ہیں۔

تیسری وجہ (اور سب سے بڑی وجہ) یہ ہے کہ وہ ان مجذوبوں' ملنگوں اور غیر شرعی فقیروں سے کرامتیں بھی سرزد ہوتی دیکھتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ عوام متشرع اور غیر متشرع کا لحاظ کئے بغیر فقیر کے پاس دوڑے چلے جاتے ہیں۔ اس تمام قضیہ میں سب سے عجیب اور حیران کن یہی کرامات ہیں۔ جاہل اور بے پڑھے لکھے تو رہے ایک طرف بڑے بڑے تعلیم یافتہ اور عالم و فاضل جب فقیروں سے کرامات صادر ہوتی دیکھتے ہیں تو ان کے معتقد ہو جاتے ہیں۔

یہ ایک ایسا معمہ ہے جو کسی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر یہ فقراء جھوٹے اور گمراہ ہیں تو ان سے کرامتیں کیوں ظہور میں آتی ہیں۔ میں خود پچیس تیس برس سخت حیران و پریشان رہا۔ میری سمجھ میں کسی طرح بھی نہ آتا تھا کہ جب یہ لوگ طہارت' عبادت' اخلاق اور ہر اچھی چیز سے کورے ہیں تو پھر ان سے کرامتیں کیوں صادر ہوتی ہیں۔ لیکن آخر کار جب حقیقت سمجھ میں آئی تو معلوم ہوا کہ یہ تو بہت ہی معمولی بات ہے۔

دراصل قصہ یہ ہے کہ تصوف اور روحانی طاقت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ ہر وہ آدمی جو کرامتیں دکھائے ضروری نہیں کہ صوفی بھی ہو لیکن ہر کامل صوفی میں کرامات دکھانے کی طاقت ضرور ہوتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ کرامات دکھائے یا نہ دکھائے

صوف کا مقصد جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے۔ اللہ اور مبدا و معاد کی حقیقت معلوم کرنا ہے اور اس
قصد تک پہنچنے کا راستہ نیکی۔ پارسائی و پاکبازی، تزکیہ اخلاق اور تصفیہ قلب ہے۔ لیکن روحانی
قت حاصل کرنے کا مقصد صرف خرق عادات یعنی کرامات کا حصول ہے اور اس کے لئے کسی
س نیکی، پارسائی، اخلاق حسنہ اور عبادت کی ضرورت نہیں۔ یہ طاقت تو ایسی چند مشقوں اور
یاضتوں سے پیدا ہو سکتی ہے جیسی کہ ہندوؤں کے یوگ میں کی جاتی ہیں۔ اس طاقت کو حاصل
رنے کے لئے صرف دو باتیں ضروری ہیں۔ ایک ارتکاز خیال (کنسنٹریشن) دوسری قوت ارادی
ل پاور) یہ دو باتیں جس کسی میں بھی کمال کے درجے تک پیدا ہو جائیں اسی سے کرامتیں سرزد
نے لگتی ہیں اور یہ دو باتیں چند خاص مشقوں سے پیدا ہو جاتی ہیں۔

زیادہ آسانی سے سمجھانے کے لئے میں آپ کو مسمریزم اور ہپناٹزم کا حوالہ دیتا ہوں۔ آپ
وں میں سے جس نے بھی کسی اچھے مسمرائزر یا ہپناٹسٹ کے کمالات دیکھے ہیں وہ خوب جانتا ہے کہ
لوگ کیسے عجیب عجیب کرتب دکھا سکتے ہیں۔ ایک معمولی سا کرتب تو یہ ہے کہ کسی کمزور قوت
ارادی والے بچے پر اپنی قوت ارادی سے غنودگی یا نیند طاری کر دیتے ہیں جو اصطلاح میں قوت
مقناطیسی کہلاتی ہے۔ جب ان کا معمول بے ہوش ہو جاتا ہے (یا سو جاتا ہے) تو اس سے طرح طرح
کے سوال کرتے ہیں اور وہ ہر سوال کا بالکل صحیح جواب دیتا ہے۔ لیکن میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ
معمول صرف انہی باتوں کے صحیح جواب دے سکتا ہے۔ جو عامل یعنی مسمریزم کرنے والا خود جانتا
۔ اس کے علاوہ یہ لوگ اکثر امراض کا علاج بھی کرتے ہیں جو روحانی طریقہ علاج کہلاتا ہے۔ یہ
رض کو اپنی قوت ارادی سے سلب کر لیتے ہیں۔ یہ طریقہ علاج آج کل یورپ میں بہت مقبول ہوتا
رہا ہے۔ بڑے بڑے فلاسفر اور سائنسدان ہپناٹزم کی اس طاقت سے حیران ہیں۔ حتی کہ امریکہ کے
ور زمانہ فلاسفر ولیم جیمز نے اپنی تحریروں میں جابجا اس طریقہ علاج کا بڑی شدومد سے ذکر کیا ہے۔
کے علاوہ یہ ہپناٹسٹ اور بھی کئی کمالات دکھاتے ہیں۔ مثلاً "ٹرانسفریشن آف تھاٹس (انتقال خیال
نے دماغ سے دوسرے کے دماغ میں) خواہ وہ آدمی نزدیک اور سامنے ہو یا دور کہیں فاصلے پر ہو۔
کو ٹیلی پیتھی بھی کہتے ہیں۔ میں نے تو یہاں تک دیکھا ہے کہ یہ ہپناٹسٹ مادی ٹھوس چیزوں کی
ف نظر جما کر اشارہ کرتے ہیں اور وہ چیزیں ان کی طرف سرکنے لگتی ہیں۔ مگر عمل زیادہ وزنی
وں پر نہیں کر سکتے صرف ہلکی پھلکی چیزوں پر کر سکتے ہیں۔ مثلاً "قلم، پنسل، ماچس بکس اور گلاس

وغیرہ۔

سمریزم اور ہپناٹزم کی طاقت زیادہ ہو جائے تو آدمی مردوں کی روحوں کو دیکھنے اور بلانے پر قادر ہو جاتا ہے۔ بعض اشخاص میں یہ طاقت قدرتی اور پیدائشی ہوتی ہے۔ یہ لوگ اصطلاحاً میڈیم کہلاتے ہیں۔

یورپ اور امریکہ میں بہت سی جماعتیں ہیں جو یہی کام کرتی ہیں۔ یہ جماعتیں سوسائیٹز کہلاتی ہیں۔ یہ لوگ مرے ہوئے انسانوں کی روحوں کو بلا لیتے ہیں اور ان سے طرح طرح کے سوالات کرکے بڑی اہم معلومات حاصل کرتے ہیں۔ لوگوں کو ان کے رشتہ داروں کی روحوں سے ملاتے ہیں "روحوں کے فوٹو لیتے ہیں۔ ڈاکٹروں کی روحوں کو بلا کر بیماروں کے امراض کی تشخیص اور دوا تجویز کراتے ہیں۔ ہمارے ہاں مشرق میں بھی ایک ایسا ہی علم موجود تھا۔ جو حاضرات کہلاتا تھا۔ اب اس کے جاننے والے مفقود ہیں۔ البتہ دھوکے باز مدعی بہت ہیں جو طرح طرح سے لوگوں کو فریب دے کر ان کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔

الغرض! یہ علوم ہیں جو خاص طریقوں پر عمل کرنے سے ہر آدمی کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ تصوف سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ ان کے لئے کسی خاص پارسائی' تقویٰ اور عبادت وغیرہ کی ضرورت ہے۔ ہمارے اکثر پیر اور فقیر بھی مخصوص مشقیں کرکے یہ طاقتیں حاصل کر لیتے ہیں اور عوام پر اپنی ولایت کا رعب ڈالتے ہیں۔ میں بذات خود ایسے کئی مشہور پیروں میں سے واقف ہوں۔ ہمارے ان پیروں اور یورپ کے لوگوں میں فرق یہ ہے کہ یورپ والے یہ سب کچھ بدرجہ کمال حاصل کرنے کے باوجود ولایت کا دعویٰ نہیں کرتے۔ اپنے آپ کو سپریچولسٹ ہی کہتے اور ظاہر کرتے ہیں اور ہمارے ہاں ہر وہ شخص جس میں تھوڑی سی بھی یہ طاقت پیدا ہو جائے وہ ولایت۔ ادھر تو رکتا ہی نہیں بس چلے تو نبوت کا دعویٰ بھی کر بیٹھے۔

میرے خیال میں متذکرہ صدر بیانات سے ان کرامات کی حقیقت اچھی طرح سمجھ میں آ گئی ہو گی۔ اب میں کچھ تھوڑا سا حال کشف کا بھی بیان کیے دیتا ہوں۔ دراصل گزشتہ یا آئندہ واقعات معلوم کرنے کی جستجو انسان کو شاید ابتدائے آفرینش ہی سے رہی ہے۔ چنانچہ عہد عتیق میں ایسے علوم پیدا ہوئے اور آج تک موجود ہیں جو انسان کا ماضی یا مستقبل بتا سکتے ہیں۔ ان میں سے نجوم' رمل' جفر' علم قیافہ اور علم الید بہت مشہور ہیں۔

ہمارے بعض پیروں سے اکثر ایسے ہوتے ہیں جو ان میں سے کسی علم خصوصاً نجوم میں مہارت حاصل کر لیتے ہیں۔ اب جو کوئی ان سے ملنے آتا ہے تو وقت اور ساعت دیکھ کر اور اس کا نام معلوم کر کے نجوم کے ذریعہ اس کی دو چار گذشتہ باتیں بتا دیتے ہیں اور سننے والا معتقد ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد پیر صاحب مستقبل کے متعلق جو کچھ بھی بتائیں خواہ وہ صحیح ہوں خواہ غلط وہ یقین کر لیتا ہے۔ بعض آدمی جو ستارہ سہیل کی ساعت میں پیدا ہوتے ہیں ان میں یہ صلاحیت فطرتی ہوتی ہے۔ جو کچھ ان کے منہ سے نکل جاتا ہے اکثر صحیح ہوتا ہے۔ بعض قوت ارادی اور توجہ کی مدد سے دو چار اگلی پچھلی باتیں بتا دیتے ہیں۔ بعض نہایت چالاک لوگ جو اس فن میں اچھی مہارت رکھتے ہیں یہ چالاکی کرتے ہیں کہ اپنی قوت ارادی سے سائل کے دل میں کوئی سوال خود ہی پیدا کر دیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ تمہارے دل میں یہ خیال یا یہ سوال ہے۔ بیچارہ معتقد نہ ہو تو کیا ہو۔ یہ تو تھیں عقل والوں اور سیانوں کی باتیں۔ کشف تو پاگلوں اور مجذوبوں کو بھی ہوتا ہے اور بہت زیادہ ہوتا ہے۔ یہ بھی پچھلی اور اگلی باتیں بتا دیتے ہیں۔

میرے مشاہدے میں اس سے بھی زیادہ حیران کن باتیں آئی ہیں۔ میں نے ایک چھ سال کی لڑکی دیکھی جس کی بابت یہ مشہور تھا کہ اس کے سر پر جن آتا ہے۔ اس لڑکی پر جب دورہ پڑتا اور وہ بے ہوش ہو جاتی تھی تو اکثر سوالات کا بالکل صحیح جواب دے دیتی تھی۔ سب سے عجیب بات تھی کہ آپ جہاں سے کہیں وہیں سے قرآن شریف سنانا شروع کر دیتی اور رکوع پر رکوع سناتی حالانکہ وہ الف بے تے بھی نہیں جانتی تھی۔ اسی طرح میں نے ایک 18 سالہ لڑکا دیکھا کہ جب اس قسم کا دورہ پڑتا تو انگریزی میں فصیح و بلیغ تقریر کرنے لگتا۔

غرضیکہ جس کو تحقیق کا شوق ہو اور وہ تفتیش و تجسس کرے تو ایسے کئی واقعات بچشم خود دیکھ سکتا ہے۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ ان باتوں کی نفسیاتی وجہ نہ تو کسی ماہر نفسیات کو معلوم ہے نہ کوئی دانشور سائنسدان یا عالم دین جانتا ہے۔ نہ ہمارے صوفیاء اور اولیائے کرام ہی نے کبھی یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ میں نے بھی تکمیل فقر کے بعد سالہا سال اس کی تحقیق کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ لیکن جوئندہ یابندہ جب نیوٹن پر کشش ثقل کا راز منکشف ہو سکتا ہے تو میں کیوں محروم رہتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اس کا کچھ راز منکشف کروا دیا۔ میں آپ کو بھی بتائے دیتا ہوں لیکن اس بات کا ذمہ نہیں لیتا کہ آپ سمجھ بھی

جائیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان ایک بہت ہی عجیب و غریب مخلوق ہے اور اس میں ایسی ایسی ملکوتی، جبروتی اور لاہوتی طاقتیں پنہاں ہیں جو خود اس کی سمجھ میں بھی نہیں آتیں۔ ان میں سے طاقتیں تو ظاہر ہو چکی ہیں، کچھ ہو رہی ہیں اور کچھ آئندہ ہوں گی اور ممکن ہے کہ کچھ طا قیامت کے دن ہی ظاہر ہوں۔ یوں تو انسانی جسم کا ایک ایک عضو، ایک ایک رگ بلکہ ایک ذرہ کرشمہ قدرت کا طلسمات خانہ ہے لیکن سب سے زیادہ عجیب اس کا دماغ ہے۔ انسان سے بھی نوادرات ظاہر ہوتے ہیں ان سب کا ماخذ دماغ ہی ہے۔ ماہران نفسیات نے اگرچہ انسانی دماغ مادی ساخت کے متعلق بہت کچھ علم حاصل کر لیا ہے لیکن وہ غیر مادی قوتیں جو ظہور پذیر ہو کر کے ارادے اور تخیل کو وجود ظاہری یا مادی بخشتی ہیں ان کا مکمل حال نہ اب تک کسی فلا معلوم ہو سکا ہے نہ کسی ماہر نفسیات کو۔ ان میں سے خاص خاص قوتیں یہ ہیں۔

ارادہ، خیال، تصور، احساس، حزن و مسرت اور وہ کوائف جن کا تجربہ صرف شاعروں، مفک اور اولیاء اللہ کو ہوتا ہے، فلسفہ میں ان کو مائنڈ یا ذہن کی قوتیں کہتے ہیں۔ تصوف میں ان لطائف ہے۔ مگر تصوف میں کچھ اور لطیفے بھی ہیں۔ قلب، سر، خفی اخفی، نفس، عقل اور روح کے علاوہ چند اور لطیفے بھی ہیں جن کے لئے ابھی تک کسی زبان میں کوئی نام نہیں ہے۔ ایک صوفی ان سب کی حقیقت اور ماہیت کو کم و بیش ضرور جانتا ہے اور جب تک ان سب کا تھوڑا علم نہ ہو کشف و کرامات کے صدور کی اصل حقیقت سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اس چھوٹے سے اور ذرا سے وقت میں ان سب کی پوری تفصیل بیان کرنا تو ناممکن ہے۔ صرف اتنا بتایا جا سکتا جیسا ماہرین نفسیات کہتے ہیں انسانی دماغ کے دو حصے ہیں ایک شعور سے متعلق ہے دوسرا لا ہے۔ (شعور کیا ہے اور لاشعور کیا۔ یہ بات بھی بہت وضاحت طلب ہے لیکن یہاں اس کی گنجائش نہیں) اب ہوتا یہ ہے کہ جب شعور غائب یا فنا ہو جاتا ہے۔ یعنی جب حواس ظاہر کام چھوڑ دیتے ہیں تو لاشعور جاگ اٹھتا ہے اور اس کا تعلق عالم روحانی یعنی طبقات ملکوت، جبرو لاہوت، ہاہوت اور ہو وغیرہ سے قائم ہو جاتا ہے۔

اب جاننا چاہیے کہ جو واقعات اس عالم مادی میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ ان سب کی تخ اور روحانی تعمیر عالم قضا و قدر میں ہوتی ہے اور وہاں سے متذکرہ بالا عوالم میں تنزل کرتی ہوئی ا

...لم مادی میں ظہور پذیر اور متشکل ہو کر ظاہری حواس کے ذریعہ انسان کے علم میں آتی ہے۔ اس
...ے جب آدمی کا لاشعور بیدار ہونے کی وجہ سے ان عوالم سے متعلق ہوتا ہے آئندہ ہونے والے
...چھ واقعات اس کے لاشعور پر منعکس ہو جاتے ہیں اور ایک کیفیت بیخودی میں اس کے منہ سے
...ل جاتا ہے کہ فلاں بات ہونے والی ہے۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس شخص کو تمام عالم روحانی
...کا ہر واقعہ یا ہر بات معلوم نہیں ہوتی بلکہ اس کی روح کو اپنے جس قدر ماحول کا علم ہوتا ہے صرف
...تنے ہی حصہ میں سے تنزل کرنے والے واقعات معلوم ہو سکتے ہیں اور یہ امر کہ کسی روح کا ماحول
...تنا وسیع ہے اس کی لطافت اور طاقت پر منحصر ہے۔

الغرض! اس طرح وہ باتیں جو اس دنیا میں کچھ وقت بعد ظاہر ہونے والی ہیں اس کو پہلے سے
...علوم ہو جاتی ہیں۔ یہی کشف کہلاتا ہے۔ پاگلوں اور مجذوبوں سے جو کشف کی باتیں ظاہر ہوتی
...یں۔ ان کا سبب بھی یہی ہے کہ ان کے حواس ظاہر معطل اور لاشعور بیدار ہوتا ہے۔ یہ نہ سمجھ لینا
...چاہیے کہ ان کا لاشعور ہر وقت ہی بیدار رہتا ہے۔ ہرگز نہیں صرف کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے۔ اوپر جو
...اقعہ قرآن پڑھنے والی لڑکی اور انگریزی بولنے والے لڑکے کا بیان کیا گیا ہے اس کی توضیح بھی یہی
...ہے چونکہ یہ لڑکی اور لڑکا اس وقت عالم بے ہوشی میں ہوتے تھے اور ان کے ظاہری حواس معطل
...و جاتے تھے اس لئے ان کا لاشعور جاگ اٹھتا تھا۔ اس حالت میں اس لڑکی کی روح کا تعلق کسی مردہ
...زندہ حافظ قرآن کی روح سے عارضی طور پر قائم ہو جاتا تھا اور وہ قرآن پڑھنے لگتی تھی۔ اسی طرح
...کے کی روح کسی انگریزی خوان کی روح سے پیوستہ ہو جاتی تھی اور وہ انگریزی بولنے لگتا تھا۔

یہ باتیں میں نے اپنی طرف سے تو نہایت آسان اور سادہ زبان میں زیادہ سے زیادہ وضاحت
...کے ساتھ بیان کی ہیں لیکن میں جانتا ہوں کہ ہمارے حلقہ کے ان چند حضرات کو چھوڑ کر جنھوں نے
...ر ملت کو بہت غور و خوض سے پڑھا اور سمجھا ہے اور کسی کی سمجھ میں اچھی طرح نہ آئی ہوں گی۔
...س معاملہ میں میں مجبور محض اور معذور ہوں۔ مشکل یہ ہے کہ روحانیت کے متعلق جتنی چیزوں کا
...ل ہم کو بیان کرنا پڑتا ہے ان کی نہ تو کوئی مثال اس عالم مادی میں موجود ہے نہ ہماری کسی زبان میں
...ن کے کما حقہ اظہار کے لئے مناسب الفاظ موجود ہیں۔ اس لئے ان کی اصل حقیقت صرف وہی
...جھ سکتے ہیں جو کر کے دیکھتے ہیں۔ پڑھنے یا سننے سے یہ حقیقت ہرگز سمجھ میں نہیں آسکتی۔ کسی نے
...ب کہا ہے۔

محبت سمجھی جا سکتی ہے سمجھائی نہیں جاتی

بالکل یہی بات لطائف روحانی پر بھی صادق آتی ہے اور سچ پوچھو تو محبت بھی ایک لطیفہ ہے۔ اس وقت مجھے حضرت مولانا روم کا ایک شعر یاد آیا۔ فرماتے ہیں

چشم بند و گوش بندو لب بند

گر نہ بنی سر حق برمن بہ خند

یعنی آنکھ، منہ اور کان بند کرلے۔ اگر اس پر بھی راز حق تجھ کو نہ معلوم ہو سکے تو چاہے میرا مذاق اڑانا۔ یہاں آنکھ، منہ اور کان بند کرنے سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ ہاتھوں سے بند کرلو۔ آنکھوں پر پٹی باندھ لو۔ کانوں میں روئی ٹھونس لو اور ہونٹوں کو گوند سے چپکالو جیسا ہمارے بہت سے سالک کیا کرتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ کامل نفی کرنا سیکھو تاکہ تمہارے حواس معطل ہو جائیں اور تم عالم روحانی کے اسرار ربانی کا مشاہدہ کر سکو۔

امید ہے کہ اب آپ اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ کشف و کرامات کے صدور کا سبب کیا ہے اگر یہ سب کچھ آپ کی سمجھ میں نہ آیا، تب بھی اتنا یقین تو ضرور آگیا ہو گا کہ کشف و کرامات کی وجہ سے کسی کو ولی اللہ ہرگز نہ ماننا چاہیے۔ اولیاء اللہ میں بھی یہ طاقت خیال اور قوت ارادی ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ لیکن ان کا طریقہ کار کچھ اور ہوتا ہے اور جتنی طاقت ان میں ہوتی ہے نہ کسی مسمرائزر اور ہپناٹسٹ میں ہوتی ہے نہ کسی یوگی اور جوگی میں۔ ان کے لیے یہ سب کچھ بہت معمولی باتیں ہیں۔ اور ان میں یہ طاقت بالکل ابتدا ہی میں پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کا مقصود چونکہ اللہ کی معرفت ہے اس لئے وہ اپنا وقت ان پر خراب نہیں کرتے۔ تصوف کے مبتدی اس طاقت پر نازاں ہو کر یہ تماشے دکھانے میں مصروف ہو جاتے ہیں وہ منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتے نامراد رہ جاتے ہیں۔ عوام چونکہ کرامتوں کے بہت معتقد ہوتے ہیں اس لئے پچھلے زمانہ کے اولیاء لوگوں کو مسلمان بنانے کے لئے کرامتیں دکھایا کرتے تھے۔ لیکن اس زمانہ میں سائنسی ایجادات و اکتشافات کی وجہ سے چھوٹی موٹی کرامتوں کی کوئی قدر اہل علم کی نظر میں نہیں ہے۔ وہ ان باتوں کو شعبدہ بازی سمجھتے ہیں۔ مثلاً" ان سے کہو کہ فلاں بزرگ ہوا میں اڑ سکتا ہے کہتے ہیں کہ وہ اکیلا ہی اڑتا ہے۔ ہمارے ہوائی جہاز تو سینکڑوں آدمیوں اور ہزاروں من بوجھ کو لے جاتے ہیں۔

ں نے ایک انگریز سے کہا کہ ہمارے اولیاء اللہ اپنی آواز ہزاروں میل دور پہنچا سکتے ہیں تو وہ
کہ یہ تو کوئی بات نہیں۔ ہمارے وائرلیس ہماری آواز ستاروں تک پہنچاتے اور وہاں کی
ں سن سکتے ہیں۔ اسی طرح ایک دفعہ ایک مجلس میں ذکر آیا کہ فلاں بزرگ پانی پر اس طرح
ں کہ جیسے ہم خشکی پر چلتے ہیں تو ایک دوست بولے کہ "وہ تو اکیلے ہی دریا پار کرتے تھے۔
رو سیٹھ اس دریا پر پل بنوادے اور روزانہ ہزاروں آدمی اور لاکھوں من بوجھ پل کے ذریعہ
کر جائے تو معاشرہ کے لئے کون زیادہ مفید اور زیادہ قابل قدر ہے۔ وہ بزرگ جو اکیلا دریا کو
ہے یا وہ ہندو جس کی وجہ سے خلق خدا کو اتنا آرام ملتا ہے" قصہ مختصر مغربی تعلیم یافتہ کرامات
ں کوئی خاص قدر نہیں کرتے۔ آج کل تو علم و عمل کا زمانہ ہے اور یہ لوگ پر کیف و سکون اور
ں و مسرت سے بھرپور زندگی کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ لیکن یہ دولت حصول روحانیت
غیر میسر نہیں آسکتی۔

لہٰذا ان کو تصوف کی وہ اعلیٰ تعلیم دینی چاہیے جو کشف و کرامات کے شعبدہ بازی سے بلند و برتر
ر ان کی دنیا کو جنت بنادے۔

پچھلے سال کے خطبہ میں میں نے بتایا تھا کہ تصوف کی دو قسمیں ہیں۔ ایک سکری، دوسری
ں آج میں ان دونوں کی کچھ تشریح کروں گا۔ دراصل طریقت کی بے شمار منزلیں طے کر کے
ن ذات باری تعالیٰ تک پہنچنے کے صرف دو راستے ہیں۔ ایک راستہ عشق کا ہے جو جذب کہلاتا
۔ دوسرا عبادت و تقویٰ کا ہے جس کو سلوک کہتے ہیں (آج کل دونوں طریقوں کے لئے ایک لفظ
سلوک" ہی استعمال ہوتا ہے۔ جذب سے انسان پر ایک ایسا نشہ طاری ہوتا ہے اور ایسی بے خودی
ا ہوتی ہے کہ بعض اوقات گھنٹوں تک اپنے وجود کا بھی ہوش نہیں رہتا۔ لیکن سلوک میں نشہ
تا ہے نہ بے خودی۔ سلوک کے طریقہ سے انسان ایک مدت دراز میں منزل مقصود تک پہنچتا ہے
ن جذب کی راہ سے صرف چند ماہ یا چند سال میں وہ گوہر مقصود کو پالیتا ہے۔ جذب کے راستہ کو
راہ قلندری بھی کہتے ہیں۔ عراقی نے مندرجہ ذیل شعر میں اسی راہ کی طلب ظاہر کی ہے۔ کہتا ہے۔

ضمارہ قلندر سزد ار بہ من نمائی
کہ دراز و دوردیدم رہ و رسم پارسائی

اس سے یہ نہ سمجھنا کہ جذب کے راستے میں شریعت اور نماز روزہ لازم ہی نہیں ہے۔ صرف

اتنی بات ہے کہ کامل بیخودی کی وجہ سے بعض اوقات نماز قضا ہو جاتی ہے تو وہ بعد میں ادا کر
چاہیئے۔ صحیح اور آسان ترین راستہ یہی ہے کہ انسان شریعت کے راستہ پر عشق کے براق پر
کرے۔ حلقہ توحیدیہ کی تعلیم یہی ہے۔

حلقہ توحیدیہ کے جن اصحاب نے سلسلہ کی تعلیم پر باقاعدہ عمل کیا وہ اس بات کی شہادت د
سکتے ہیں کہ اللہ اللہ شروع کرنے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد قلب میں ہلکا ہلکا سوز اور سرور
ہونے لگتا ہے اور رفتہ رفتہ ایسا نشہ اور بیخودی پیدا ہوتی ہے جس کا مقابلہ دنیا کی کسی چیز سے نہ
کیا جا سکتا۔ اس بیخودی میں ایسا کیف اور مزہ ہوتا ہے کہ انسان ہر قسم کے رنج و الم کو بھول کر اس
ہو رہتا ہے۔ لیکن یہی کیفیت جذب اگر زیادہ بڑھ جائے تو انسان کی عقل جاتی رہتی ہے اور وہ
مجذوب بن جاتا ہے جیسے کہ ہمارے شہروں اور قصبات میں ہر جگہ لنگوٹی باندھے یا بالکل بر
پھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس لئے شیخ طریقت کا فرض ہے کہ وہ اپنے مریدوں کے حال پر نگاہ ر
اور جذب کو حد سے نہ بڑھنے دے۔ جذب کی اس کیفیت میں انسان کا دل مطلق نہیں چاہتا کہ کو
کام کرے۔ وہ صرف یہ چاہتا ہے کہ گوشہ تنہائی میں پڑا اسی کے مزے لوٹتا رہے۔ نہ اس کو فقرو
کی پرواہ ہوتی ہے نہ بال بچوں کے حقوق و فرائض ادا کرنے کا خیال۔

ظاہر ہے کہ ایسے آدمیوں کی دنیا تباہ ہو جاتی ہے اور وہ معاشرہ پر ایک بار گراں ہو کر رہ جا
ہیں۔ یہی ہیں وہ لوگ جو پاکستان کے طول و عرض میں جگہ جگہ اڈے جمائے پڑے ہیں۔ چونکہ
بیخودی کے عالم میں کرامات بہت ظاہر ہوتی ہیں اس لئے دنیا والے عمل اور شرع سب کچھ چھوڑ ک
انہی کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ ذرا سی مشکل پیش آئے تو کوشش و سعی سے اس کو دور کرنے کی بجا
سیدھے پیر صاحب یا سائیں بابا کے پاس دوڑے چلے جاتے ہیں۔ یہ لوگ ایک طرف تو عمل سے
عاری ہو جاتے ہیں۔ دوسری طرف خدا اور رسول ﷺ سے بھی غافل رہتے ہیں۔ ان کو ہر بات
کے لے صرف "بابا" یاد رہتا ہے۔ یہ "بابا" لوگ خود تو کچھ کرتے نہیں دوسروں کو بھی یہی تلقین
کرتے ہیں کہ توکل کئے پڑے رہو تمہاری تقدیر کا حصہ تم تک خود بخود پہنچ جائے گا یہ اور اسی
کے تمام فقیر سکری یعنی نشئی فقیر کہلاتے ہیں اور معاشرے کے لئے بے انتہا تباہ کن ثابت ہو
ہیں۔

ان کے برخلاف وہ سالک ہیں جو "جذب" پر قابو رکھتے ہیں۔ دینی فرائض باقاعدہ ادا کر

... بھی سارے کام محنت اور ذوق و شوق سے انجام دیتے ہیں۔ اپنے دنیوی فرائض کو
... اور اہل بچوں کی، والدین، عزیزو اقارب، ہمسایوں اور شہروں کے تمام حقوق کما حقہ پورے
... ہیں۔ ان کا کردار ایک شریف، بہادر اور غیور انسان کا کردار ہوتا ہے۔ ان میں حوصلہ،
... جرات، سخاوت، امتحان، عمل، یقین اور محبت وغیرہ جیسی تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں اور ان تمام
... کے ساتھ ساتھ وہ اللہ اور رسول ﷺ کے عاشق زار۔ حق آگاہ و حق بین۔ اول درجہ کے
... اور محبّ وطن، دانشور اور مولانا، قہم ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ان میں روحانی قوت بھی ہوتی
... ہے، وہ لوگوں کے دل موہ لیتے ہیں۔ اگر ایسے لوگوں کی تعداد قوم میں دس فیصدی بھی ہو تو
... زوال پذیر نہیں ہو سکتی بلکہ دن رات ترقی کرتی چلی جاتی ہے۔
... یہ ہے صحیح تصوف اور یہ ہیں وہ صحیح صوفی جو مردوں کو جلاتے اور جینے والوں کو پر لگا
... دیتے ہیں۔
... نے خطبہ کے شروع میں کہا تھا کہ میں آپ کو بتاؤں گا کہ میں نے یہ نیا سلسلہ کس غرض
... کیا ہے اور میں کیا چاہتا ہوں تو اب میں بتاتا ہوں کہ میں آپ کو صحیح تصوف سکھانا اور
... ... چاہتا ہوں۔ میں یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ آپ حقائق کو چھوڑ کر کوائف میں کھو جائیں
... ... نہ کریں۔ توکل کی چادر اوڑھے شراب معرفت کے نشہ میں مست پڑے کرامتیں
... کریں۔
... جس راستہ پر آپ کو چلانا چاہتا ہوں وہ بالکل ہمارے سرکار ابد قرار احمد مختار ﷺ کے
... ہوتے ہوئے ہے۔ جو کچھ میں کہتا ہوں اس کو رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ سے ملا لو۔ اگر میں
... گیا ہوں تو مجھے آگاہ کر دو۔ میں اپنے طریقے میں بڑی خوشی سے ترمیم کر لوں گا۔ جو لوگ
... ... نہیں چاہتے ان کو چاہئے کہ حلقہ سے الگ ہو جائیں اور کسی ایسے سلسلہ میں
... ہو جائیں جو ان کی خواہش اور مرضی کے مطابق ہو۔
... آئیے اب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس حلقہ کو کامیاب فرمائے اور ہم سب کو صحیح معنوں میں
... کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔ یا رب العالمین۔

(بحوالہ: چراغ راہ خطبہ نمبر2)

تن کی دنیا کا من کی دنیا سے موازنہ

(عبدالرشید [illegible]

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

علامہ اقبال فرماتے ہیں اللہ کی تلاش ہو تو فطرت کا مطالعہ کرو اور اگر اپنی معرفت [illegible]
چاہتے ہو تو کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے من میں ڈوب جاؤ ساری حقیقت [illegible]
جائے گی اقبال نے اس نظم میں اپنا سارا فلسفہ نہایت دلکش انداز میں بیان کر دیا ہے۔

گل و لالہ، نغمہ مرغ چمن، بلندی کوہ، وسعت دمن، الوان کوناگوں
الوان بوقلموں، باد صبح، شبنم کا موتی، برگ و گل، سورج کی کرن یہ تمام مظاہر فطرت
علیم، حکیم، قدیر، سمیع و بصیر ہستی کے وجود پر شہادت دیتے ہیں یعنی اللہ موجود ہے دوسری [illegible]
یہ ہے کہ انسان بھی موجود ہے اگر اپنی حقیقت کی معرفت درکار ہے تو اس کا طریقہ استدلال [illegible]
ہے بلکہ کشفی ہے یعنی انسان کو اپنی حقیقت تو معلوم نہیں ہو سکتی ہاں منکشف ہو سکتی ہے یعنی [illegible]
عقل کے بجائے عشق کے تابع ہیں سراغ زندگی منطقی بحثوں سے نہیں بلکہ مجاہدہ و تصفیہ قلب [illegible]
مراقبہ اور مکاشفہ سے مل سکتا ہے جسے اقبال اپنی مخصوص اصطلاح میں اپنے من میں ڈوب [illegible]
سے تعبیر کرتے ہیں دنیا میں اب تک صرف اس کے دو طریقے دریافت ہو سکے ہیں ایک [illegible]
انسانی ہے دوسرا رحمانی انسانی طریقہ کا نام ہندوستان میں یوگ اور یونان میں اشراق ہے اقبال [illegible]
طریقہ پر رحمانی طریقہ کو ترجیح دیتے ہیں جسے عرف عام میں شریعت محمدی ﷺ کہتے ہیں۔

واضح ہو کہ من میں ڈوبنے کا ایک مستقل فن ہے اور جس طرح دیگر فنون میں استاد کی ہد[illegible]
اور ذاتی مہارت کی ضرورت ہے اسی طرح من میں ڈوبنے کے لئے بھی مرشد کی رہنمائی اور [illegible]
ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے طالب کے لئے مرشد کا وجود بہت ضروری ہوتا ہے کیونکہ استاد [illegible]
بغیر آدمی ڈوب تو سکتا ہے لیکن ابھر نہیں سکتا اور جو شخص ابھر نہیں سکتا وہ جیسا کہ ہر شخص جانتا [illegible]

ہو گیا ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ انسان اپنے من میں ڈوب کر ابھر بھی سکے جو صرف ڈوب گیا وہ کیا
پایا اس کے ہاتھ کیا آئے گا ہاتھ تو کچھ اسی کے آتا ہے اور تہہ کا موتی تو وہی لاتا ہے جو ڈوب
کر ابھر آتا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ پانی کا سمندر سے سیپ کا موتی نکالنا بہت مشکل کام ہے اور
اس کے لئے بڑی مہارت درکار ہے تو من کے سمندر سے حقیقت کا موتی نکالنا کیسے آسان ہو سکتا
ہے اس کے لئے بڑے مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے ڈوب کر ابھرنا ہر شخص کا کام نہیں ہے اسی
لئے اقبال کو یہ کہنا پڑا۔

ندی میں ڈوبتے ہیں پھر ابھر بھی آتے ہیں۔
مگر یہ حوصلہ مرد ہیچ کارہ نہیں

[illegible] قابو میں لانا آسان ہے لیکن من پر فتح پانا بہت ہی مشکل کام ہے بات یہ ہے کہ من بڑا
[illegible] اور چنچل شے بڑی مشکل سے قابو میں آتی ہے من کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے
کہ انسان کا کہنا نہیں مانتا چنانچہ مشہور یوگی تلسی داس نے کیا خوب لکھا ہے۔

تلسی من مانے نہیں، جب تک خطا نہ پائے
جیسے ودھوا استری گربھ رہے پچھتائے

ترجمہ: تلسی یہ من (امارہ) ایسا چنچل ہے کہ انسان کا کہنا نہیں مانتا نیکی کی طرف بلاؤ تو اس کی
[illegible] نہیں ہوتا بلکہ خود انسان کو بدی کے ارتکاب پر مجبور کرتا ہے اور ارتکاب کے بعد
[illegible] افسوس ملتا رہتا ہے جیسے بیوہ عورت جب حاملہ ہو جاتی ہے تو دن رات تنہائی میں پڑی
[illegible] افسوس ملتی رہتی ہے۔
[illegible] مطلب، چونکہ ڈوب کر ابھرنا بہت مشکل کام ہے اس لئے اللہ نے اس کا طریقہ
جبرئیل علیہ السلام کو سکھایا انہوں نے مولائے کل، فخر رسل، دانائے سبل سرکار دو عالم
کو سکھایا حضور ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو سکھایا اور ان سے تابعین اور تبع تابعین نے یہ فن
[illegible] صلحائے امت نے اس طریقہ کو اخذ کیا اور ساری دنیا میں پھیلایا عرف عام میں
ڈوب کر ابھرنے کو طریقت کہتے ہیں یعنی ابھرنے کا طریقہ چونکہ یہ طریقہ مرشد کے بغیر
[illegible] اس لئے صحابہ اکرام ؓ کے زمانہ سے اس زمانہ تک ہر صدی میں، ہر ملک میں، ہر خواص
[illegible] حقیقت کے موتی کے حصول کی آرزو تھی اپنے زمانے کے استاد سے اس فن کو سیکھا یعنی
[illegible] تاکہ حوصلہ اور طاقت پیدا ہو ڈوب کر ابھرنے کی پریکٹس کی اسی کو مجاہدہ کہتے ہیں

اقبال نے اپنی ہر تصنیف میں محبت مرشد اور مجاہدہ کو تکمیل خودی کے لئے شرط قرار دیا
اقبال کی ساری کائنات ہے یہی ان کا فلسفہ ہے یہی ان کا پیغام ہے اور اسی پر انہیں فخر
فرماتے ہیں۔

1۔ اللہ موجود ہے جو اس کائنات کا مالک ہے۔

2۔ انسان موجود ہے جو اس کا نائب ہے۔

3۔ انسان کا فرض منصبی یا مقصد حیات یہ ہے کہ وہ اپنی حقیقت سے آگاہ ہو کیونکہ
رائے میں دین اسلام پوجا پاٹ کا نام نہیں بلکہ اپنی خودی سے واقف ہونے کا طریقہ ہے تا
نیابت الہیہ کے مرتبہ پر فائز ہو سکے۔

4۔ حقیقت سے آگاہ ہونے کے لئے من میں ڈوب کر ابھرنا لازمی ہے۔

5۔ اور اس کے لئے ایک رہنما مرشد کی ضرورت ہے جو ڈوبنے سے محفوظ رکھے
ٹریجڈی یہ ہے کہ وہ تیس سال تک ان پانچ باتوں کو اس قوم کے سامنے پیش کرتے رہے
وفات کے بعد بجلی ہوتی رہی اور جب صور فرنگ کی بدولت بیدار ہوئی تو اس وقت سے اپنی
طاقت کے ساتھ رشوت ستانی، ذخیرہ اندوزی، بلیک مارکیٹ، ضمیر فروشی، اقربانوازی، خویش
الحاد دوستی اور کفر پسندی کی طرف دوڑی چلی جا رہی ہے غالب نے اس کی یوں تصویر کشی کی
میں ہے رخش لحہ کہاں دیکھئے تھمے۔

نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

ہمارے مرشد سرکار نے اس حقیقت کو صرف اور صرف ایک فقرہ میں واضح کر دیا فرمایا
اور رسول اللہ کی تعین کردہ حدود کے اندر رہ کر زندگی بسر کرنے کا نام اسلام اور ان حدود سے
کر زندگی بسر کرنا کفر ہے" اس دور میں ان حدود و قیود کو فراموش کر دیا گیا ہے اور انسانی
درندگی کا سماں پیش کر رہی ہے مولا مرضی میں فلاح اور من مرضی میں دنیا و آخرت کی تباہی
ہے اسلام انسانی زندگی کی فلاح کا ضامن ہے قرآن اور احادیث نبوی ﷺ انسانی زندگی کی
منبع اور محور ہیں۔ جب سے امت مسلمہ نے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے پیغام کو فراموش
ہے اسی دن سے قدرت نے ہمارے مقدر میں پستی اور ضلالت لکھ دی ہے کون سا ایسا خطہ
کائنات میں جہاں مسلمان غیروں کے ہاتھوں ذلیل نہیں ہوا ہے لیکن اس کے باوجود بھی ہمیں
نہیں آ رہی کہ اس کی وجہ کیا ہے بڑے افسوس کا مقام ہے جوں جوں تبلیغ اسلام کا کام زیادہ

وہ ہو رہا ہے اس کے ساتھ ساتھ ہماری معاشرتی برائیوں اور جرائم میں بھی اضافہ ہو تا جا رہا ہے
سے فرماتے ہیں۔

ہو مراقبے ہو عبادتیں ہو ذکر ہمہ شبی
حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

اب تو ہم حرم کی عزت کو تار تار کرنے پر تلے ہوئے ہیں ماتھے پر نمازوں کے محراب اور اندر
شیطانیت پرورش پا رہی ہے۔

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسمان نے ہم کو دے مارا

شعر نمبر۲

من کی دنیا؟ من کی دنیا سوز و مستی جذب و شوق
تن کی دنیا؟ تن کی دنیا سود و سودا مکر و فن

جو شخص من کی دنیا میں رہتا ہے وہ محبت الٰہی میں سرشار ہوتا ہے اس لئے وہ خدا تعالیٰ کی
تعلیمات پر عمل پیرا ہوتا ہے اور اپنی زندگی خدمت خلق میں بسر کرتا ہے یعنی دوسروں کے لئے
جیتا ہے اور جو شخص تن کی دنیا میں رہتا ہے وہ ہر وقت دولت جمع کرنے کی فکر میں رہتا ہے اور اس
کی زندگی مکاری اور عیاری میں بسر کرتا ہے یعنی صرف اور صرف اپنے لئے جیتا ہے۔

شعر نمبر۳

من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
تن کی دولت چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن

من کی دولت باقی ہے اس میں صفت دوام پائی جاتی ہے اور تن کی دولت کو قرار نہیں۔ آج
کسی کے پاس ہے کل کسی اور کے پاس لہٰذا بدنصیب ہے وہ شخص جو باقی کو چھوڑ کر فانی کے لئے سرگرداں
ہے۔ من کی دولت کا راز خدا اور اس کے رسول ﷺ کے عشق میں فنا ہونے میں ہے اس
سے انسان میں بے نیازی پیدا ہوتی ہے اس کو دنیاوی اونچ نیچ پریشان نہیں کر سکتی اور حالات کی تری
اس پر اثرانداز نہیں ہو سکتی لیکن تن کی دولت کے پاس انسان کے لئے سوائے پریشانی اور
ذلت کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

شعر نمبر4

من کی دنیا میں پایا میں نے افرنگی کا راج
من کی دنیا میں نہ دیکھے میں نے شیخ و برہمن

اقبال فرماتے ہیں من کی دنیا میں محبت کی حکومت ہوتی ہے' فرنگی اس پر اقتدار حاصل نہ
سکتا اور نہ اس دنیا میں شیخ و برہمن کا امتیاز پایا جاتا ہے کیونکہ جو شخص اللہ سے محبت کرتا ہے
مخلوقات کا خیر خواہ ہوتا ہے اس کی نظر میں ہندو اور مسلمان دونوں حضرت آدم کی اولاد ہیں ا
وہ دونوں پر مہربانی کرتا ہے آج اس دور میں ہم مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ ہ
دائرہ انسانیت میں بھی داخل نہیں ہوئے مسلمان ہونا تو بڑی دور کی بات ہے۔

یہ شہادت گاہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

شعر نمبر5

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن

اس شعر میں اقبال نے توحید کا فلسفہ' شاعری کے لباس میں پیش کر دیا ہے یعنی توحید کے م
ہیں کہ انسان اللہ کے سوا اور کسی ہستی کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرے جو شخص غیر اللہ کی اط
کرتا ہے وہ روحانی اور جسمانی دونوں پہلوؤں سے اس کا غلام ہو جاتا ہے اس کی روحانی ترقی ک
امکان باقی نہیں رہتا آج بھی شرک کسی نہ کسی صورت میں ضرور پایا جاتا ہے پہلے کفار لکڑی او
کے بت بنا کر ان سے اپنی منتیں مانگا کرتے تھے اس دور جدید میں ہم نے نفسانی خواہشوں کو بت
رکھا ہے اور ان کی پوجا کی جا رہی ہے۔ خواہشات کی تکمیل کے سلسلہ میں بالکل حرام حلال اور
وناجائز کی تمیز ختم ہو کہ رہ گئی ہے۔ علامہ فرماتے ہیں۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نا امیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

اللہ رب العزت سے دعا گو ہوں کہ وہ ہمیں اتباع رسول ہاشمی ﷺ میں زندگی بسر کر
توفیق اور ہمت عطا فرمائیں آمین ثمہ آمین

ڈاکٹر علی سلیمان بینواسٹ (فرانس)

(ڈاکٹر عبدالغنی فاروق)

میں اگرچہ مذہبی اعتبار سے فرنچ کیتھولک خاندان سے تعلق رکھتا تھا، مگر ڈاکٹر آف میڈیسن بنیت سے میری سوچ اور فکر ٹھوس سائنسی اور منطقی رنگ میں رنگ گئی تھی۔ زندگی کے کسی [illegible] و بھانہ انداز میں سوچے سمجھے قبول کرنا مجھے منظور نہ تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں خدا [illegible] کرتا تھا، لیکن عیسائیت اور خصوصاً "کیتھولک فرقے کے عقائد خدا کے احساس کا متحمل نہیں [illegible] رہے تھے۔ میرا وجدان کہتا تھا کہ خدا ایک ہے اور تثلیث اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی [illegible] کے عقائد سب بیکار ہیں۔

[illegible] میں ابھی تک اسلام سے براہ راست متعارف نہ ہوا تھا، لیکن ایک مرتبہ کسی طرح جب [illegible] چلا کہ اسلام میں توحید باری تعالیٰ بنیادی عقیدہ کی حیثیت سے شامل ہے تو میں چونک اٹھا۔ [illegible] تو پتہ چلا کہ میں اسلامی کلمہ کا ایک جزو لا الہ الا اللہ کا تو پہلے ہی قائل چلا آ رہا تھا اور [illegible] کے اس قول فیصل پر مکمل یقین رکھتا تھا۔

[illegible] اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد

[illegible] خدا ایک ہے، وہ بے نیاز ہے، اس کا کوئی بیٹا ہے نہ باپ ہے اور کوئی اس کا کسی اعتبار [illegible] نہیں ہے۔"

[illegible] معلومات سے مجھے وجدانی اعتبار سے جو تسکین ہوئی اس کا آپ شاید اندازہ نہ کر سکیں، [illegible] تھی جو اندھیروں میں میری رہنمائی کے لئے لپک رہی تھی، میرے دل میں اسلام کے [illegible] بت و ہمدردی کے جذبات پیدا ہو گئے اور میں نے ارادہ کر لیا کہ اسلام کا وسیع مطالعہ کیا

[illegible] میں پادری حضرات جس طرح زبردستی خدائی اختیارات کے مالک بن جاتے ہیں [illegible] لوگوں کے گناہوں کی بخشش کرتے ہیں، اس سے میں شدید برگشتہ تھا۔ میں نے [illegible] اسلام میں ایسی کوئی فضول بات نہیں۔ عیسائیت کا دوسرا نقطہ جس نے مجھے اس مذہب سے

دور کر دیا وہ شرکت عشائے ربانی کا عقیدہ ہے۔ ایک روٹی کو نہ صرف مقدس بلکہ حضرت
السلام قرار دے کر اسے کھانا اتنا ہی مضحکہ خیز ہے جتنا افریقہ کے وحشی قبائل کا وہ عمل جس
وہ اپنے مذہبی رہنما کو اس کی موت کے بعد یہ سمجھ کا کھا جاتے ہیں کہ اس کی شخصیت و کردار
خوبیاں اس گوشت کھانے والوں میں حلول کر جائیں گی۔ ظاہر ہے اس سائنسی دور میں ان
کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔ مذہب عیسوی میں بدنی صفائی کے متعلق بھی مکمل خاموشی پائی جاتی
عبادت سے پہلے بھی اس کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا۔ یہی اکثر سوچتا کہ یہ تو اصل خدا کے
نفرت کا ایک اظہار ہے مگر اسلام کے مطالعے کے بعد مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ یہاں بدنی طہا
غیر معمولی زور دیا جاتا ہے اور اس کے بغیر عبادت کو بیکار سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح کیتھ
عقیدے میں تجرد کو خاص پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور پادری حضرات کے لئے تو از
زندگی قطعا" حرام سمجھی جاتی ہے مگر اسلام اس غیر فطری انسانی طرز عمل کا سخت مخالف ہے او
کے بغیر ایمان کو مکمل نہیں سمجھا جاتا۔

اسلام کو مکمل طور پر سمجھنے کے لئے میں نے قرآن کا مطالعہ شروع کیا' اسی ضمن میں '
مالک صاحب کی قرآن کے بارے میں قابل قدر فرانسیسی کتاب بھی پڑھ ڈالی۔ مجھے یقین ہو
قرآن خدا کی سچی کتاب ہے چنانچہ مجھے یہ دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوئی کہ اگرچہ قرآن کو نازل
تیرہ صدیاں گزر گئیں لیکن اس کی بعض آیتیں مختلف معاملات میں ہو بہو وہی رائے دیتی
جدید ترین فکر کے حامل محقق دے سکتے ہیں۔ ان حقائق نے میرے دل کی دنیا بدل کر رکھ د
میں نے اسلامی کلمے کے دوسری حصے محمد رسول اللہ کا بھی اقرار کر لیا۔

یہی وجوہ تھیں جن کی بناء پر میں نے 20 فروری 1953ء کو پیرس کی مسجد میں حاضری د
اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ مسجد کے مفتی نے مجھے علی سلیمان کے اسلامی نام سے مو
اور میں نے اپنے آپ کو مسلمان کی حیثیت سے رجسٹر کرا لیا۔

میں اللہ کی عنایت پر بے حد شکر ادا کرتا ہوں اور مسرت کے ساتھ دوبارہ اعلان کرتا ہوں

اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمدا عبدہ ورسولہ

اسلام میں عقل و شعور کا مقام

(پروفیسر ڈاکٹر محمد عالمگیر خان)

علوم و فنون اور سائنس و ٹیکنالوجی کے اس دور میں جاہلیت کے باعث بہت سے مسلمان یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ اسلام سے جدا کوئی علم ہے حالانکہ ایک محقق کے مطابق قرآن حکیم میں مشاہدہ نفس و کائنات پر غور و فکر کی دعوت 750 مرتبہ دہرائی گئی ہے۔ بار بار تفکر کی اس دعوت کو ہم نے صدیوں سے طاق نسیاں میں دھکیلے رکھا ہے۔ اس لئے ایڈیسن اور نیوٹن جیسے سائنس دان مسلمانوں میں پیدا نہ ہو سکے۔ حالانکہ یہ وطیرہ جہل و غفلت کا آئینہ دار ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں کے حالیہ دور انحطاط میں تحقیق اور سائنسی معلومات عنقا ری ہیں۔

بو علی سینا "القانون" اور رازی کی "الحاوی" اس بات کی دلیل ہیں کہ مسلمانوں میں بڑے بڑے سائنس دان پیدا ہوئے ہیں اس مختصر سے مضمون میں مسلمانوں کی سائنسی اور علمی کمالات کو احاطہ تحریر میں لانا ناممکن ہے لیکن یہ عین حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے نہ صرف جدید میڈیکل سائنس بشمول سرجری کی ٹھوس بنیاد رکھی بلکہ اس پر ایک خوبصورت اور شاندار عمارت بھی تعمیر کی۔ کیمسٹری کے تو بانی ہی عرب تھے۔

یہ امر واقعہ ہے کہ ہم مسلمانوں نے جب اپنی عقل اور تحقیق کا دامن چھوڑ دیا اور اندھی تقلید پر انحصار کر لیا تو ہم زمانے کی دوڑ میں پیچھے رہ گئے۔ علوم و فنون کو حاصل نہ کر کے اللہ کی نیابت سے بھی محروم ہو گئے اور دنیا کی خلافت سے بھی بلکہ ہم دنیا میں رسوا ہو گئے۔ اسلامی تعلیمات کو کماحقہ نہ سمجھنے کی وجہ سے ہی ہم نے جس علم اور ٹیکنالوجی کے حصول کے لئے سینکڑوں مرتبہ ارشاد ایزدی ہوا ہے ان علوم کو غیر اسلامی "دنیاوی اور مغربی علوم کا نام دے کر بالائے طاق رکھ کر بھول گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے عرصہ دراز سے اپنے دین میں "دنیاوی" اور "دینی" تقسیمات کی غلط اصطلاحوں کو خود اختراع کر کے گھسیٹ لیا ہے۔ بدقسمتی سے اس ضمن میں ہمارے بعض علماء نے غلط فتوے جاری کر رکھے ہیں۔

سلمان گرد و غبار کی حیثیت رکھتے ہیں جنہیں باد مخالف جس طرف چاہے اڑائے پھرتی ہے اور
سلمانوں کی ذہنی غلامی انہیں جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ کہنے پر مجبور کر دیتی ہے۔
یہ بھی سچ ہے کہ خلافت ارضی کا منصب سنبھالنے کے لئے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ علم
سماء یعنی سائنس، ٹیکنالوجی اور جدید علوم کو اپنی گرفت میں لے لیں۔ یہ نیابت خداوندی کی اشد
ردری صلاحیتیں ہیں۔ آج بھی اگر مسلمان حکم ایزدی پر عمل پیرا ہو کر ریسرچ کریں تو اللہ تعالیٰ کی
ت بابرکات پر محکم یقین کر کے اور اسکی تخلیقات کو سمجھ کر خداوند کریم کی فکر اور سوچ کو زیادہ
ے زیادہ سمجھتے۔ کیونکہ تصویر سے مصور کی اور تخلیق سے خالق کی پہچان ہوتی ہے۔ سائنسی
ئق کا جاننا اور مطالعہ کائنات دراصل اللہ کی ذات و صفات کا عرفان حاصل کرنا ہے۔ ان تحقیقات
مطالعہ سے روگردانی کرنے کی بدولت ہم خالق کی نظر سے گر چکے ہیں۔ انہی سائنسی علوم سے
نارہ کشی کا نتیجہ ہے کہ ہمارے 57 اسلامی ممالک کی مجموعی سالانہ آمدنی یورپ کے ہر بڑے ملک
ے کم ہے اور دین و دنیا میں شکست سے دوچار ہے۔
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کی روح کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم اپنی نئی پود کو
ئنسی علوم حاصل کرنے کی ترغیب دیں تاکہ ہم اقوام عالم میں ایک ممتاز حیثیت حاصل کر سکیں۔
ین ثم آمین۔ (بشکریہ نوائے وقت)

ذات کا سفر

(امام محمد الغز

آدمی نے جس طرح اپنی صفات سے اللہ تعالیٰ کی صفات کو اور اپنی ذات سے اس کی ذات کو پہچانا
جانا اسی طرح اپنی تنزیہہ اور تقدیس کے ذریعے اس کی تنزیہہ و تقدیس کو جانتا اور پہچانتا ہے۔ اللہ تعا
تنزیہہ و تقدیس کا معنی یہ ہے کہ انسانی وہم و خیال میں جو کچھ آتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اس سے پاک
بلند و برتر ہے۔ اور کوئی جگہ ایسی نہیں جو اللہ تعالیٰ کے احاطہ اختیار و تصرف میں نہ ہو مگر وہ کسی جگہ
منسوب نہیں اور آدمی اس تنزیہہ و تقدیس کا نمونہ اپنی اپنی ذات میں دیکھتا ہے۔ وہ اس طرح کہ ا
جان کی حقیقت جسے ہم دل یا روح کہتے ہیں وہ بھی ان چیزوں سے پاک اور منزہ ہے جن کا وہم ہو سکتا ہے
اس لئے کہ نہ تو روح کی کوئی مقدار و کمیت ہے اور نہ ہی وہ قابل تقسیم ہے۔ جب روح ان تمام چیزوں
سے ماوراء ہے تو یہ بھی لازم ہے کہ وہ بے رنگ بھی ہو۔ اور جس چیز کا نہ رنگ ہو گا اور نہ مقدار وہ
انسانی خیال میں نہیں آسکتی۔ اس لئے کہ خیال میں وہی چیز آتی ہے جسے خود یا اس کی جنس کو آنکھ دیکھ چکی
ہو اور ظاہر ہے کہ رنگ اور شکل کے سوا تو نہ کچھ خیال میں آتا ہے اور نہ نظر میں۔ اور انسانی طبیعت کا
یہ تقاضا ہوتا ہے کہ معلوم کریں کہ فلاں چیز کیسی ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس چیز کی شکل کیس
ہے؟ وہ چھوٹی ہے یا بڑی؟ اور جو چیز ان صفات یعنی صورت' رنگ' چھوٹا پن یا بڑا پن سے مبرا ہو اس کے
متعلق پوچھنا کہ وہ کیسی ہے بے جا سی بات ہے۔ جان من! جس چیز میں ان صفات کا دخل نہیں اسے
دریافت کرنا ہے تو اپنی حقیقت پر غور کر کے دیکھ۔ تیری حقیقت جو معرفت ربانی کی جگہ ہے وہ نہ تو قابل
تقسیم ہے اور نہ ہی اس کی کچھ مقدار کمیت ہے۔ اگر کوئی سوال کرے کہ روح کیا چیز ہے تو اس کا جواب
یہی ہو گا کہ اس میں آپ کا دخل نہیں۔ جب تو نے اپنے آپ کو یہ سمجھ لیا کہ تو کیف و کم سے پاک اور مبرا
ہے تو اب یہ بھی سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ بھی کیف و کم سے پاک اور منزہ ہے۔ بلکہ وہ ان صفات سے پاک
ہونے میں کہیں اولیٰ ہے۔ جو لوگ تعجب کرتے ہیں کہ بے چون و بے چگوں کوئی چیز کیسے موجود ہو گی وہ
اپنی حقیقت کو کیوں نہیں جانتے کہ وہ خود جو بے چون و بے چگوں موجود ہیں۔ بلکہ آدمی اگر اپنے اندر
تلاش کرے تو اور بھی کئی چیزوں کو ایسا ہی پا ہے گا۔ اپنے اندر درد کو دیکھو' غصہ کو دیکھو۔ اسی طرح عشق
اور مزہ کو دیکھو اور پھر چاہو کہ ان کیفیات کی حقیقت جانو تو ایسا قطعاً ممکن نہیں۔ اس لئے کہ ان چیزوں کا

کوئی رنگ ہے نہ صورت۔ تو معلوم ہوا کہ اور چیزیں بھی ایسی موجود ہیں جن میں ان صفات کا دخل ہے۔ بلکہ کوئی شخص آواز، مزہ یا بو کی حقیقت دریافت کرنا چاہے تو ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ ان کے معلوم کرنے میں آدمی عاجز ہے۔ اور عاجزی کا سبب یہ ہے کہ یہ چیزیں تو ان خیالات پر مبنی ہیں جو حاسہ بصر سے حاصل ہوتے ہیں۔ پھر خیال ہر چیز میں آنکھ کا حصہ ڈھونڈتا ہے۔ لیکن جو چیز کان کی ملک ہے یعنی آواز تو اس میں آنکھ کا کوئی حصہ نہیں۔ بلکہ آواز کی کیفیات کی دریافت محال ہے اس لئے کہ جس طرح رنگت اور صورت حاسہ سمعی سے بے تعلق اور مبرا ہے اسی طرح آواز حاسہ بصری سے پاک اور منزہ ہے اور جو چیز حاسہ قلبیہ میں آتی ہے اور محض عقل سے پہچانی جاتی ہے وہ دوسرے تمام حواس سے پاک ہے۔ اس بیان سے غرض و غایت یہ ہے کہ انسان اپنی بے چونی و بے چگونی پر تدبر و تفکر کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کی بے چونی و بے چگونی کو پہچان سکتا ہے۔

اے پیارے! اس بات کو تو اچھی طرح سمجھ لے کہ جان یا روح موجود ہے اور بدن کی بادشاہی اور بدن کے اندر تمام چیزیں جن کو یہ کیفیات نصیب ہیں سب اسی بادشاہ یعنی روح کی مملکت ہے۔ لیکن روح بذات خود بے چون و بے چگون ہے۔ اسی طرح جہانوں کے بادشاہ کا مقام ہے کہ وہ بھی بے چون و بے چگون ہے اور محسوسات اس کی مملکت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ کا مسئلہ ایک اور طرح بھی بیان ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کو کسی جگہ کے ساتھ منسوب نہیں کر سکتے کہ خدا اس جگہ ہے۔ جس طرح روح کو کسی خاص عضو کے ساتھ مخصوص نہیں کر سکتے کہ وہ ہاتھ میں ہے یا پاؤں یا سر میں ہے یا کسی دوسرے عضو میں ہے۔ بلکہ بدن کے سب اعضاء تو قابل تقسیم ہیں لیکن جان و روح قابل تقسیم نہیں ہے۔ اور جو چیز قابل تقسیم نہ ہو قابل تقسیم چیزوں میں اس کا سما جانا محال ہے۔ کیونکہ اگر وہ ان میں سما جائے گی تو وہ بھی ایسی ہی ہو گی۔ اس حقیقت کے باوجود کہ جان و روح کسی عضو کے ساتھ مخصوص نہیں کوئی عضو اس کے تصرف سے خالی نہیں بلکہ تمام اعضاء اس کے تصرف میں ہیں اور اس کے حکم کے تابع ہیں۔ جان و روح تمام اعضاء میں بادشاہ کی مانند ہے۔ اسی طرح سارا جہان بادشاہ عالم یعنی اللہ تعالیٰ کے تصرف میں ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اس امر سے پاک و منزہ ہے کہ اسے کسی جگہ کے ساتھ منسوب کیا جائے۔ تقدیس و تنزیہہ کا کامل حال اسی وقت عیاں ہو سکتا ہے جب روح کی حقیقت اور اس کا حال پوری طرح ظاہر ہو جائے اور یہ جو کہا گیا ہے ان اللہ خلق ادم علی صورتہ یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا تو اس سے یہی مراد ہے کہ معرفت نفس ہی معرفت الٰہی کا ذریعہ ہے۔

اخلاق اور اخلاقیات

(چوہدری محمد

حکائت

یہ حکائت عام مشہور ہے کہ جمعہ کے دن مولوی صاحب بسم اللہ کی برکتوں کے متعلق
رہے تھے کہ اگر بسم اللہ پڑھ کر دریا میں کود پڑیں تو وہ بھی راستہ دے دیتا ہے۔ ایک چرواہے
بات سن لی۔ اس نے سوچا کہ مزے ہو گئے دریا کے اس پار تو بہت اچھی چراگاہیں ہیں لہٰذا
بکریاں آگے لگائیں بسم اللہ پڑھ کر بکریوں سمیت دریا میں اتر گیا اور بحفظ و امان دریا کے پار
اب یہ اس کا معمول بن گیا۔ مولوی صاحب کو پتہ چلا کہ میری بتائی ہوئی بات پر عمل کر کے
بمعہ بکریوں کے دریا کے آر پار چلا جاتا ہے تو اس نے بھی دو چار شاگرد اور ایک رسہ ساتھ لیا
پہنچا۔ رسہ کمر میں باندھا اور شاگردوں سے کہا کہ اگر ڈوبنے لگوں تو مجھے رسے کے ذریعے کھینچ
بسم اللہ پڑھ کر دریا میں کود گیا اور کودتے ہی ڈوب گیا ظاہر ہے ڈھلم الیقین کا یہی نتیجہ برآمد ہونا

لہٰذا خلوص نیت، طلب صادق اور یقین محکم اس راستے کے اہم ہتھیار ہیں۔

یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

اب طلب صادق کو لیں۔ خواجہ عبدالحکیم انصاری "تعمیر ملت میں فرماتے ہیں کہ "طالب
دل میں ہر وقت یہ خواہش قلب و ذہن پر مسلط رہے کہ گوہر مقصود ہاتھ آئے" اب ذرا اپنی طرف
دھیان کریں کہ کس کس میں اس قسم کی طلب ہے۔ تقرب الٰہی اور حصول محبت الٰہی سے بڑھ
کوئی نعمت نہیں مگر ہمارے نزدیک اس کی اہمیت ایک وقت کے کھانے کے برابر بھی نہیں
طلب کا پیدا ہونا کوئی آسان کام نہیں اس کے لئے خلوص نیت اور عمل پیہم کی ضرورت ہے
خلوص نیت کا سادہ سا مطلب ہر عمل رضائے الٰہی کے لئے کرنا ہے اور یہ مرحلہ بہت ہی کٹھن
شیطان ہر وقت گھات میں ہے ہوس، حب جاہ، نمود و نمائش اس کے مضبوط ہتھیار ہیں یہ خصائل
دل کے نہاں خانہ میں بت بنا لیتے ہیں اور خالصیت پر بھرپور حملہ کرتے ہیں شیطانی و نفسانی حملوں

بلہ کرنے کے لئے ابراہیمی روح چاہئے

براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

ان ہی نفسانی رذائل کے خلاف جہاد کو نبی اکرم ﷺ نے "جہاد اکبر" فرمایا ہے مولانا رومیؒ آ
ارکہ فخذ اربعۃ من الطیر فصرھن الیک۔ الخ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب
رت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی کہ یااللہ میرے قلبی اطمینان کے لئے مجھے دکھا دے کہ
نے کے بعد تو دوبارہ کس طرح زندہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چار پرند پکڑ کر ان کو اپنے
ہلالے پھر ان کو ذبح کر کے کسی پہاڑ کی چوٹی پر رکھ دے اور پھر انہیں بلا۔ لہٰذا حضرت ابراہیم
السلام نے ایسا ہی کیا وہ پرندے دوڑتے ہوئے آپ علیہ السلام کے پاس آ گئے آگے مولاناؒ
تے ہیں کہ یہ چار پرندے یعنی بطخ، مور، کوا اور مرغا اصل میں چار نفسانی خصلتوں کے نمائندہ

بط حرص است و خروس آں شہوتست
جاہ چوں طاؤس و زاغ آں منیت ست

ترجمہ: بطخ حرص ہے، مرغا شہوت ہے، حب جاہ مور اور آرزو نفس کا کوا ہے) مولاناؒ فرماتے
کہ ان چار صفات کا اگر قلع قمع کر دیا جائے اور پھر نئے سرے سے اپنے ڈھب پر زندہ کیا جائے تو
ن حقیقت بین اور ابدی ہو جاتا ہے لہٰذا فرماتے ہیں۔

خلق را گر زندگی خواہی ابد
سر ببر ایں چار مرغ شوم و بد
باز شاں زندہ کن از نوع دگر
کہ نبا شد بعد ازاں زیشاں ضرر

ترجمہ: اگر آپ لوگوں کی سرمدی زندگی چاہتے ہیں تو ان بدبخت اور برے چار پرندوں کا سر
رو دیجئے پھر ان کو دوسری طرح سے زندہ کیجئے۔ اس کے بعد سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا یعنی
خصلتوں کو کلی طور پر ختم کر کے دوبارہ اعتدال پر زندہ کیجئے تو پھر ان سے کوئی خطرہ نہیں ہو گا

دل ان کے وساوس سے پاک ہو جاتا ہے اور انوار و تجلیات الٰہی کی آماجگاہ بن جاتا ہے مگر ان راہ
کو ختم کرنا ہی مشکل گھاٹی ہے جس کے لئے مشقت و مجاہدہ کی ضرورت ہے۔

کاوے کاوے سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

سب سے بہتر مجاہدہ عمل پیہم ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید پر (لا تقنطو من رحمت اللہ
) جیسے وارث شاہؒ نے فرمایا۔

اوتھے خودی گمان منظور ناہیں سر دتیئے تاں بھیت پالیئے
کنگھی وانگ سریر نوں چیر لئے تاں زلف محبوب دی واہ لئے
وارث شاہ محبوب نوں تدوں پایئے جدوں اپنا آپ گوائیے

مجاہدے کا بہتر اور نسبتاً آسان طریقہ جہد مسلسل اور عمل پیہم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی
امید پر (لا تقنطو من رحمت اللہ) مرشد کامل کے بتائے ہوئے راستے پر یقین محکم اور قلبی
خواہش سے مسلسل چلتے رہنا چاہیئے۔ کوئی فائدہ نظر آئے نہ آئے کوئی اثر معلوم ہو نہ ہو کوئی حکمت
سمجھ میں آئے نہ آئے بس لگے رہو۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان یھدی من ینیب کے متعلق ذرا برابر
بدگمانی یا شک کا شائبہ تک دل میں نہیں آنا چاہیئے ایسے خیال کو دل سے جھٹک دینا چاہیئے کیونکہ۔

جنہاں شک کیتا اوہ گمراہ ہو گئے
پڑھ کے ویکھ والضالین قاضی

جو سالک دل پر پتھر رکھ کر تکلفاً کوشش میں لگا رہے گا (سرسٹ کے لگا رہے گا) تو وہ ذات اتنی
کریم ہے کہ اسے ضرور ترس آجائے گا اور وہ اپنے فضل سے نیت اور عمل کی تمام خیامیاں دور کر
کے خالصیت پیدا فرمادے گا اور اپنی محبت کے لئے خاص کرلے گا واللہ یختص برحمتہ مگر شرط
استواری ہے مرزا غالب کی زبان میں۔

وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے
مرے بت خانے میں تو کعبے میں گاڑو برہمن کو

علامہ اقبال نے بھی معرفت الٰہی اور حصول محبت الٰہی کا نسخہ جہد مسلسل اور امید واثق ہی بتایا

ے ہیں۔

دیدہ ام ہر دو جہاں رابنگاہے گاہے

می شود پردہ چشم پر کاہے گاہے

ی ایک ہی نگاہ سے دونوں جہانوں کا نظارہ کرلیتا ہوں اور کبھی کبھی گھاس کا ایک تنکا میری

ب ہوجاتا ہے۔

منزل عشق بے دور دراز است بلے

طے شود جادہ صد سالہ بہ آہے گاہے

ق کی منزل بہت دور ہے لیکن کبھی کبھی ایک ہی آہ سے سو سال کا راستہ طے ہو جاتا ہے۔

در طلب کوش مدہ دامن امید زدست

دولت ہست کہ یابی سر راہے گاہے

لب عشق الٰہی میں کوشش کرتے رہو یہ ایسی دولت ہے کہ کبھی کبھی سر راہ مل جاتی ہے اس

ت مشقت اور مجاہدوں (نوافل) کے ذریعے جب بندہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور معرفت حاصل

ہے تو اس پر کرم بھی بے مثال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنا بنالیتا ہے اور خود اس کا ہو جاتا

یسا کہ حدیث قدسی کا مفہوم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب

ت) حاصل کرلیتا ہے تو پھر میں اس کا ہو جاتا ہوں۔ اس کے ہاتھ پاؤں' زبان آنکھیں اور کان

ن جاتا ہوں گویا ایسے بندے کا ہر فعل میرا (اللہ) کا فعل ہوتا ہے اور فرمایا کہ ایسا بندہ اگر کسی

ے متعلق قسم کھالیتا ہے تو میں اس کی لاج رکھ لیتا ہوں کیونکہ

عبد دگر عبدہ چیزے دگر او سراپا انتظار ایں منتظر

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

ترجمہ! بندہ اور چیز ہے اور اس کا بندہ (اللہ کا بندہ) اور چیز ہے۔ محض بندہ جو ہے وہ اللہ کی

ت کے انتظار میں رہتا ہے مگر جو خالص اس کا بندہ بن جاتا ہے تو پھر اس کی رحمت اس کے انتظار

رہتی ہے کیونکہ اس کا کہنا اللہ کا کہنا ہوتا ہے۔ خواہ الفاظ بندے کے ہی حلق سے نکلے ہوئے

ہ

تو ایسا مرد درویش اللہ تعالیٰ کے اذن سے جس طرف نگاہ کرتا ہے تو تقدیر بدل کر رکھ
(باذن اللہ)

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

مولانا روم رحمتہ اللہ تعالیٰ نے مثنوی کے دفتر پنجم میں ایسے مرد فقیر کے متعلق فرمایا ہے
او حق را بود و در کل حال۔ کیونکہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا ہے
برگزیدہ باشد او را ذو الجلال۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو منتخب کر لیا ہے (واللہ یختص برحمتہ)
پنج است او حق بکش دہد نوال۔ اللہ تعالیٰ ایسے ہی فقیروں کے طفیل مخلوق کو عطا کرتا ہے۔
مو ہست را بر کف دستش نہد۔ اللہ تعالیٰ عطیہ اس کے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ دیتا ہے۔
وز کفش آں را بمحتاجاں دہد۔ اور اس کی ہتھیلی کے ذریعے عطیہ قابل رحم لوگوں کو دیتا ہے
با کفش دریائے کل را اتصال۔ اس کی ہتھیلی کا دریائے کل (اللہ تعالیٰ) سے اتصال ہے
ہست بے چوں و چگونہ پر کمال۔ اس لئے وہ ناقابل بیان بے مثال کمالات سے پر ہے۔
اتصالے کہ نہ گنجد در کلام۔ اتصال ایسا ہے جو لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتا اس کا
تکلف سے گفتنش تکلیف باشد والسلام۔ خالی نہیں ہے لہٰذا اسے یہیں ختم کرتے ہیں۔
مطلب یہ کہ اتصال کی اگر مزید تشریح کی گئی تو مورکھ کہیں الفاظ کے گورکھ دھندے
پھنس کر اتصال کو حلول پر محمول نہ کر بیٹھیں (چپ کر مہر علی" ایتھے جا نئیں بولن دی) اسی
اتصال کو بیان کرنے کے بعد مولوی غلام رسول صاحب" عالمپوری (جو کہ مشربا" وحدت الشہود
قائل ہیں جیسا کہ احسن القصص کے پہلے ہی شعر میں فرماتے ہیں۔

عشق بھنا اخلاص نہلا یا رنگیا رنگ شہودی
صدق صفا دی آب ہوائیں پلیا وچ خوشنودی

اس خوف سے کہ کہیں لوگ انکی طرف عقیدہ اتحاد حلول منسوب کر کے فتوی ہی نہ لگادیں
اپنی صفائی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اڑ حلول اتحاد نہ سمجھیں تے نہ کیف بیانوں
جے پاویں حق پاویں جیونکر ہے منصوص قرآنوں
تے نہ کریں ظلم خدا تے منافی اس دی شانوں
شرک کفر دانام نہ اوتھے جتھے نور ایمانوں

انا خوف سے مولانا رومؒ نے اس مقام کی مزید تشریح سے احتراز کیا اور والسلام کہہ کر بات
ری بات چونکہ محبت کی ہو رہی ہے جس کی بدولت یہ کل پسارا ہے اس لئے سمٹنے میں نہیں
وشش کرتا ہوں کہ اب صرف حصول محبت الٰہی کا ایک نکتہ اور بیان کرکے محبت سے محبت
نور رخصت ہوا جائے اور کچھ رذائل سے چھٹکارا پانے کی تدابیر بیان کی جائیں۔

اصہ کلام یہ ہے کہ انسان کا انفرادی کمال یہ ہے کہ اس کا دل ماسوا کی محبت سے پاک ہو
ور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے محبت ہو جائے (اشد حب اللہ) اور باقی سب محبتیں حصول
کا وسیلہ بن جائیں لا مقصود الا اللہ کا مرتبہ میسر آجائے یہ ہو نہیں سکتا جب تک اللہ تعالیٰ کا
صل نہ ہو جائے اور عرفان کا حاصل ہونا جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے بڑا ہی کٹھن مرحلہ اور
زن گھاٹی ہے افراط تفریط سے بچ کر صراط مستقیم پر گامزن ہونا پلصراط پر سے گزرنے کے
ہے اور پلصراط سے گذرے بغیر عرفان و بقا محال ہے اسی لئے حضور نے فرمایا کہ موتو قبل
وتو مرنے سے پہلے مرجاؤ یعنی جو منزل مرنے کے بعد طے کرنی ہے مرنے سے پہلے ہی طے
ہے یہ کام ہر کس و ناکس کا نہیں باباجیؒ نے "تعمیر ملت" میں اس پر بڑی سیر حاصل بحث کی

سبز پتے کی کہانی

(ہیری ای۔ آر مسلر لنگ۔ ایف ایل

نباتات میں سبز رنگ اتنا عام ہے کہ درختوں اور پتوں کو دیکھ کر یہ احساس ہی نہیں ہوتا
کوئی رنگ ہے۔ ہاں اگر زمین سرخ ہو تو اس پر گھاس کی سبزی نمایاں معلوم ہو گی۔ بہار میں
کھیتوں میں سرسوں پھولتی ہے تو مقابلے کی وجہ سے سبز و زرد رنگ دونوں چمک اٹھتے ہیں۔ اور
بعض پتے خزاں میں بادامی ہو جاتے ہیں اور بعض دیگر سرخ۔ جب گلدستہ بناتے وقت ایسے ہی
پھولوں کے ساتھ کچھ سبز پتے بھی باندھ دیتا ہے۔ تو یہ پتے بہت بھلے نظر آتے ہیں۔

1851ء کی بات ہے کہ لندن کے ایک محل کرسٹل پیلس میں ملکہ وکٹوریہ 1837-1901ء
پرنس البرٹ نے ایک عظیم الشان صنعتی نمائش کا انتظام کیا۔ جس سے برطانوی صنعت کا شہرہ
تک پھیل گیا۔ لوگ صنعت کی طرف متوجہ ہو گئے اور سبز پتہ جو مدار حیات اور زینت کائنات
نظر میں بھلا دیا گیا۔ یہ کسی نے نہ سوچا کہ خود پتہ بھی فطرت کی ایک عظیم صنعت ہے۔

جوانی میں مجھے ایک پاپولر (مقبول) کتاب پڑھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ نام تھا (Verdant Green
سبز) اس میں ایک ایسے سادہ لوح طالب العلم کی مضحکہ خیز حرکات کا ذکر تھا جو یونیورسٹی میں پایا جاتا
تھا۔ سمجھ میں نہ آیا کہ مصنف نے لفظ "گرین" (سبز) کو (خام۔ سادہ لوح اور کم عقل) کے معنی
کیوں استعمال کیا ہے؟ ماہرین نباتات کے ہاں سبز پتہ ایک ایسی تخلیق ہے کہ اس سے زیادہ بامقصد
(mechanism) کہیں اور نظر نہیں آتی۔ یہ ایک پوری سکیم کے ساتھ زندگی میں قدم رکھتا
انتہائی بے مائیگی کے باوجود کچھ نہ کچھ بنا لیتا ہے۔

پتہ عدم سے وجود میں کیسے آیا؟ اس پر کئی نظریے سامنے آئے ہیں۔ 1635ء میں تین علماء
موضوع پر تحقیق کی تھی۔ ان میں سے ایک اپکاٹز تھا۔ وہ لکھتا ہے "پانی تخلیق کا پہلا فرزند ہے۔ اس
کی روح مدتوں تیرتی رہی۔ اسے اللہ نے حکم دیا تھا کہ یہ کثیر تعداد میں جاندار پیدا کرے۔ پانی کے
چیز کا زندہ رہنا محال ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نبی جو ایک عظیم مقنن۔ فلسفی اور علوم مصر میں ماہر تھے
کے دوست اور خدا کے خیالات سے بھی آگاہ تھے۔ پانی کو پہلی تخلیق قرار دیتے ہیں۔

بیشتر اہل علم اس حقیقت پر یقین رکھتے ہیں کہ تمام حیوانی و نباتاتی اجسام پانی سے تعمیر ہوتے
فلانڈرز (بلجیم) کے ایک طبیبی جوہن فان ہیلمنٹ (Johann Van Helmont) نے 1630

زندگی اور موت کا سوال

جب ہمارا دین مکمل، ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم برحق اور ہمارا قرآن اللہ تعالےٰ کی سچی کتاب ہے تو پھر ملت اسلامیہ کے زوال کی وجہ کیا ہے؟

جب اللہ تعالےٰ نے ہم سے وعدہ فرمایا کہ اگر تم مومن ہو تو تمہیں غالب رہو گے اور یہ بھی کہ اگر اللہ تمہارا امدادگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ تو پھر ہم اسقدر مغلوب بے بس اور رسوا کیوں ہیں؟

مسلمان نماز بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں اور حج بھی پہلے سے زیادہ کرتے ہیں۔ بزرگوں کے مزاروں پر عرس بھی خوب شاندار طریقہ سے مناتے ہیں۔ ماہ محرم میں بھی کیا جوش و خروش ہوتا ہے۔ مالدار بھی بہت ہیں اور لاکھوں لوگ کوٹھیوں، کاروں اور کارخانوں کے مالک ہیں تو پھر یہ مردنی کیوں ہے اور یہ تنزل کیوں ہو رہا ہے؟

ہر طاقتور ملک کی نظریں ہمارے ملکوں پر کیوں لگی ہیں اور ہر طرف خون مسلم اسقدر بے دردی اور ارزانی کے ساتھ کیوں بہایا جارہا ہے؟

نکبت وادبار کی موجودہ حالت سے نکلنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کی جائیں اور کونسے لائحہ عمل پر چل کر ہم اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کرسکتے ہیں؟

FALAH-E-ADMIAT
gistred
CPL No. 491
وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا
صداقت
سلسلہ عالیہ توحیدیہ
بانی سلسلہ کی تصانیف
""حقیقت وحدت الوجود"" یہ کتاب وحدت الوجود کے موضوع پر ایک مختصر مگر نہایت
مدلل اور اہم دستاویز ہے خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے دوران سلوک جو دیکھا اس حقیقت کو عام فہم دلا
کی روشنی میں نہایت ہی آسان زبان میں بیان کر دیا تاکہ متلاشیان حق راہوں میں پڑ کر گمراہ نہ ہو جا
اس میں جو موضوعات زیر بحث آئے ہیں ان میں سے خاص خاص یہ ہیں۔
☆ انسان کی بقا اور ترقی کے لئے مذہب کیوں ناگزیر ہے۔
☆ روحانی عوالم اور روح کے سفر کا حال عالم ھو کی خصوصی تشریح۔
☆ سلوک کے دوران کون سے مقام پر وحدت الوجود کی کیفیت محسوس و مدرک ہوتی ہے۔
☆ وہ بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الوجود کو جنم دیا۔
☆ اس اہم سوال کا جواب ہندو مفکرین، مادہ پرست دانشوروں اور فلاسفروں نے کیا دیا ہے۔
☆ حضرت ابن عربیؒ کے نظریہ وحدت الوجود اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے وحدت شہود میں فرق
☆ روحانی سلوک کے دوران تمام بزرگان عظام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔
☆ حضرت حسین ابن منصور حلاجؒ کے دعویٰ انا الحق کی توجیہ۔
☆ وحدت الوجود کی قائل جماعت کے نظریات اور قرآنی احکامات کیا ہیں۔
ان تمام امور پر محققانہ بحث و تنقید کے بعد حقیقت طشت ازبام کر دی گئی ہے اس موضوع سے دلچسپی
رکھنے والوں اور الجھنوں میں گرفتار طالبان حقیقت کے لئے یہ کتاب ایک نعمت سے کم نہیں۔